Spot CMYK#Waheed

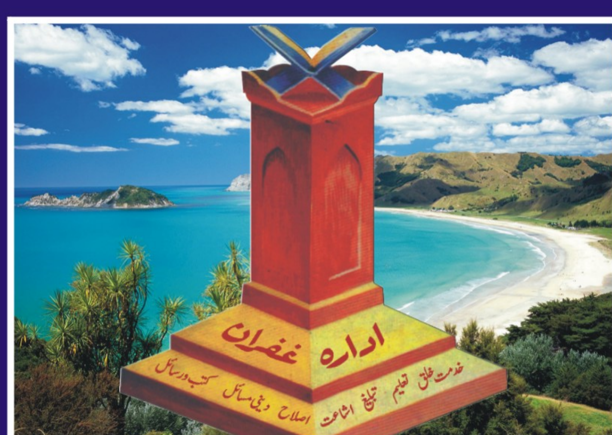

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس   مفتی محمد امجد   حکیم محمد فیضان   غفار الحق

فی شمارہ.............. 25 روپے
سالانہ............. 300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 5507270-5507530-051   فیکس: 5780728-051

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... 21 دسمبر 2012ء یا قیامت کا دن	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط۹۹) .... وارث کے حق میں وصیت کا حکم	// //	۵
درسِ حدیث .... بیوی کے ساتھ حسنِ خلق وحسنِ معاشرت کی اہمیت	// //	۱۶

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اہم انتباہ	مفتی محمد رضوان	۲۲
دیندار اور شریف لوگ سیاست سے الگ تھلگ کیوں؟	// //	۲۳
پولیومہم	// //	۲۶
جنت کی کہانی قرآن کی زبانی (جنت اور اس کی بہاریں: قسط۷)	مفتی محمد امجد حسین	۲۸
ایسی چنگاری بھی یارب! اپنی خاکستر میں تھی	// //	۳۱
شخصیات اور حالات کے اعتبار سے سلام کرنے کے آداب	مولانا محمد ناصر	۳۶
شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۹)	مفتی محمد رضوان	۴۲
تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۱۴)	مفتی منظور احمد	۴۷
ماہِ ذی الحجہ: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولانا طارق محمود	۵۵
علم کے مینار ... عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی وریاضی دان (قسط۱۰) ...	مفتی محمد امجد حسین	۵۷
تذکرۂ اولیاء: .... پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے	// //	۶۰
پیارے بچو! .... ''آبِ حیات''	مولانا محمد ناصر	۶۴
بزمِ خواتین .... سچ بولنے کے فضائل	مفتی محمد یونس	۶۶
آپ کے دینی مسائل کا حل ... ڈاڑھی کے نام کی تحقیق اور چہرہ پر ڈاڑھی کی حدودِ اربعہ ..	ادارہ	۷۳
کیا آپ جانتے ہیں؟ .... سونے کے آداب (قسط۱)	مفتی محمد رضوان	۸۲
عبرت کدہ .... حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۳۰)	ابوجویریہ	۸۷
طب وصحت ... بیماری سے گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں ...	مفتی محمد رضوان	۹۰
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز	مولانا محمد امجد حسین	۹۴
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	حافظ غلام بلال	۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ مفتی محمد رضوان

21 دسمبر 2012ء یا قیامت کا دن

آج مؤرخہ 22 دسمبر 2012ء بروز ہفتہ ہے، اور الحمد اللہ تعالیٰ 21 دسمبر 2012ء کی تاریخ بخیر و عافیت گزر چکی ہے، جس کے بارے میں کافی عرصہ پہلے سے دنیا کی بعض طاغوتی قوتوں نے یہ دعویٰ کیا ہوا تھا کہ یہ قیامت قائم ہونے کا دن ہوگا، اور اس دن پوری دنیا یا اس کا بڑا حصہ تباہ و برباد ہو جائے گا، اور اس دعویٰ کو شہرت دینے اور عام کرنے کے لئے فلمیں اور بعض دوسرے پروگرام ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے نشر کئے جا رہے تھے، اور اس کے نتیجے میں دنیا میں بہت سے لوگ، دہشت اور خوف و ہراس کا شکار تھے، بلکہ بعض لوگوں کے متعلق تو یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ وہ اپنے بعض اہم کام اور آئندہ کے بڑے منصوبوں کو بھی چھوڑ چھاڑ کر اس لئے بیٹھ گئے ہیں کہ اب اس محنت کے کرنے کا کیا فائدہ، جب 21 دسمبر 2012ء کو قیامت آ جائے گی اور سب کچھ ختم ہو جائے گا، جبکہ بعض لوگ اس دن محفوظ مقام پر منتقل ہونے کا پروگرام بنا چکے تھے۔

ہم سے اس کے متعلق بہت سے لوگوں کی طرف سوالات کئے جاتے رہے، جس کے جواب میں ہم نے یہی کہا کہ قربِ قیامت سے پہلے قرآن وسنت میں بہت سی بڑی بڑی اور اہم پیشنگوئیاں بتلائی گئی ہیں، مثلاً حضرت مہدی رحمہ اللہ کی آمد، یاجوج ماجوج اور دجال کا خروج، اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا آسمان سے نزول وغیرہ وغیرہ، ان علامتوں کے ظہور سے پہلے قیامتِ کبریٰ کا قائم ہونا ممکن نہیں، البتہ بعض عالمی تغیرات و حادثات کے قیامت سے پہلے رونما ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں، احادیث میں قیامت سے پہلے بڑے بڑے زلزلوں اور طوفانوں کی پیش گوئی کی گئی ہے، لیکن ساتھ ہی ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور گناہوں کو چھوڑ کر توبہ واستغفار کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، جس کی برکت سے نہ صرف آخرت کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے، اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی عذاب سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے پروگراموں کو دیکھ دیکھ کر بعض لوگوں کے ذہن اس 21 دسمبر 2012 کو قیامت کے قائم ہونے کے سلسلہ میں بہت پختہ ہو چکے تھے، اور وہ اس کے مقابلہ میں کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے، بلکہ

بعض لوگ تو اس سے بڑھ کر قرآن وسنت میں مذکورہ پیش گوئیوں کے بارے میں طرح طرح کی تاویلات کر کے طاغوتی قوتوں کی مذکورہ پیش گوئی کو ہی درست قرار دینے کی کوشش کرتے تھے، ان حالات میں ہم نے فیصلہ کرلیا کہ اب جب کوئی اس سلسلہ میں سوال واستفسار کرے گا، تو اسے اس سوال کے جواب کے لئے 21 دسمبر 2012 تک منتظر رہنے کا کہا جائے گا، لہٰذا اس کے بعد جب ہم سے کوئی اس سلسلہ میں سوال کرتا تو ہمارا جواب یہی ہوتا کہ اس کا جواب ان شاء اللہ تعالیٰ 21 دسمبر 2012 کے بعد ہی دیا جائے گا، اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ہم اور آپ اس وقت تک حیات ہوں، اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ایسا ہوگا، اور اگر خدانخواستہ ہم حیات نہ ہوئے، تو ان شاء اللہ ہمارے شاگرد اس کا جواب دیں گے، اور اگر بالفرض کوئی بھی جواب نہ دے تو اس کا جواب 22 دسمبر 2012 کے دن کا طلوع ہونے والا سورج خود دے گا، آج جبکہ بحمد اللہ تعالیٰ 22 دسمبر 2012 کے دن کا سورج طلوع ہو چکا ہے، تو طاغوتی قوتوں کی اس پیش گوئی کے جھوٹے ہونے کا جواب نہ صرف ہماری طرف سے حاضرِ خدمت ہے، بلکہ الحمد للہ تعالیٰ خود دنیا اور یہ کائنات اور اس کا ہر ذرہ اپنے وجود با سعود سے اس پیش گوئی کی تردید وتکذیب کر رہا ہے، اور قرآن وسنت کی پیش گوئیاں اپنی جگہ قائم ودائم ہیں، اور انسانیت کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے اور گناہوں سے بچ کر توبہ واستغفار کی طرف متوجہ کر رہی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو کو شیطانی وطاغوتی تلبیسات اور چال بازیوں ومکاریوں سے محفوظ رکھے، اور ہم سب کو قیامت کے دن کی حقیقی تیاریاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ، ثم آمین، یا رب العالمین .

(سورہ بقرہ قسط۹۹، آیت۱۸۰تا۱۸۲) مفتی محمد رضوان

وارث کے حق میں وصیت کا حکم

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۱۸۰) فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۱۸۱) فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۱۸۲)

ترجمہ: تم پر فرض کردیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے قاعدہ کے مطابق وصیت کر جائے متقیوں پر یہ ایک حق ہے (۱۸۰) اب جو شخص اسے سننے کے بعد بدل دے اس کا گناہ بدلنے والے پر ہی ہوگا، بلاشبہ اللہ سمیع اور علیم ہے (۱۸۱) پس اگر کسی کو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری یا گناہ (وحق تلفی) کا خوف ہو تو اگر وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں بلاشبہ اللہ غفور الرحیم ہے (۱۸۲)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت میں مرنے سے پہلے والدین اور رشتہ داروں کے لئے مال کی وصیت کرنے کو فرض کیا گیا ہے، اور پھر یہ بتلایا گیا ہے کہ اس وصیت کو کسی کے لئے بدلنا جائز نہیں، اور پھر یہ واضح کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو یہ پتہ چلے کہ وصیت کرنے والا وصیت کے سلسلہ میں ظلم و زیادتی سے کام لے رہا ہے، مثلاً مالدار کو زیادہ مال دے رہا ہے، یا تہائی مال سے زیادہ کی کسی اور کو وصیت کر رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کے وارث کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں وصیت کرنے والے اور اس کے رشتہ دار کے درمیان رنجش ختم کرا کر صلح کرا دینا بہت اچھی بات ہے، تاکہ کسی کی حق تلفی لازم نہ آئے، اور قطع رحمی کے وبال سے بھی حفاظت ہو جائے۔

مفسرین کے نزدیک وارث کے حق میں وصیت فرض ہونے کا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا، بعد میں جب

سورہ نساء میں میراث کے تفصیلی احکام نازل ہوئے، تو وارثوں کے حق میں وصیت کے اس حکم کو منسوخ کردیا گیا۔ [۱]

تاہم وصیت کرنے والے کو کسی بھی قسم کی وصیت میں بغیر معقول وجہ کے ایسی تدبیر کرنا کہ جس کے نتیجہ میں اُس کا وارث میراث سے محروم ہو جائے، یا اُس کو نقصان وضرر پہنچے، تو یہ اب بھی گناہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَلْجَنَفُ فِی الْوَصِیَّةِ وَالْاِضْرَارُ فِیْهَا مِنَ الْکَبَائِرِ (سنن سعید بن منصور، ج۲، ص۶۷۴)

ترجمہ: وصیت میں طرفداری یا ضرر پہنچانا (یعنی کسی کی حق تلفی کرنا) کبیرہ گناہوں میں سے ہے (سنن سعید بن منصور)

وارث کے لئے وصیت کے منسوخ ہونے کی بحث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ، وَکَانَتِ الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ، فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِکَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّکَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَیَیْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَیْنِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ (بخاری، رقم الحدیث ۲۷۴۷، باب :لا وصیة لوارث)

ترجمہ: (ابتدائے اسلام میں) مال اولاد کا، اور وصیت والدین کے لئے ہوتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس چیز (یعنی میراث) سے منسوخ کردیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا کہ

---

[۱] (کُتِبَ) فُرِضَ (عَلَیْکُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَکُمُ الْمَوْتُ) أَیْ أَسْبَابه (إِنْ تَرَکَ خَیْرًا) مَالًا (الْوَصِیَّة) مَرْفُوع بِکُتِبَ وَمُتَعَلِّق بِإِذَا إِنْ کَانَتْ ظَرْفِیَّة وَدَالّ عَلَی جَوَابهَا إِنْ کَانَتْ شَرْطِیَّة وَجَوَاب إِنْ أَیْ فَلْیُوصِ (لِلْوَالِدَیْنِ وَالْأَقْرَبِینَ بِالْمَعْرُوفِ) بِالْعَدْلِ بِأَنْ لَا یَزِید عَلَی الثُّلُث وَلَا یُفَضِّل الْغَنِیّ (حَقًّا) مَصْدَر مُؤَکِّد لِمَضْمُونِ الْجُمْلَة قَبْله (عَلَی الْمُتَّقِینَ) اللَّه وَهَذَا مَنْسُوخ بِآیَةِ الْمِیرَاث وَبِحَدِیثِ لَا وَصِیَّة لِوَارِثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِی (فَمَنْ بَدَّلَهُ) أَیْ الْإِیصَاء مِنْ شَاهِد وَوَصِیّ (بعد ما سمعه) علمه (فإنما إثمه) أی الإیصاء الْمُبَدَّل (عَلَی الَّذِینَ یُبَدِّلُونَهُ) فِیهِ إِقَامَة الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر (إِنَّ اللَّه سَمِیع) لِقَوْلِ الْمُوصِی (عَلِیم) بِفِعْلِ الْوَصِیّ فَمُجَازٍ عَلَیْهِ (فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ) مُخَفَّفًا وَمُثَقَّلًا (جَنَفًا) مَیْلًا عَنْ الْحَقّ خَطَأً (أَوْ إِثْمًا) بِأَنْ تَعَمَّدَ ذَلِکَ بِالزِّیَادَةِ عَلَی الثُّلُث أَوْ تَخْصِیص غنی مثلا (فأصلح بینهم) بین الوصی وَالْمُوصَی لَهُ بِالْأَمْرِ بِالْعَدْلِ (فَلَا إِثْم عَلَیْهِ) فی ذلک (إن الله غفور رحیم) (تفسیر الجلالین، سورة البقرة، تحت رقم الآیة ۱۸۲)

Idara Ghufran

مرد کے لئے دوعورتوں کے حصہ کے برابر ہے، اور والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمادیا، اور عورت کے لئے (فوت شدہ شوہر کی اولاد موجود ہونے کی صورت میں) آٹھواں حصہ، اور (فوت شدہ شوہر کی اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں) چوتھا حصہ، اور شوہر کے لئے (فوت شدہ بیوی کی اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں) آدھا حصہ، اور (فوت شدہ بیوی کی اولاد موجود ہونے کی صورت میں) چوتھا حصہ مقرر فرمادیا (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ جب سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی، والدین اور دیگر رشتہ داروں کے میراث کے حصے مقرر فرمادیئے، تو اس کے بعد والدین وغیرہ کے لئے مال کی وصیت کا حکم منسوخ ہوگیا۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

(إِنۡ تَرَکَ خَيۡرًا الۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡأَقۡرَبِينَ)، فَكَانَتِ الۡوَصِيَّةُ كَذٰلِکَ حَتّٰى نَسَخَتۡهَا آيَةُ الۡمِيرَاثِ (سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۲۸۶۹)

ترجمہ: ”إِنۡ تَرَکَ خَيۡرًا الۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡأَقۡرَبِينَ“ اس آیت کے ذریعہ سے وصیت کا اسی طرح کا حکم تھا، یہاں تک کہ میراث کی آیت نے اس کو منسوخ کردیا (ابوداؤد)

اور حضرت محمد ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمَا، أَنَّهُ قَامَ فَخَطَبَ النَّاسَ هَا هُنَا، فَقَرَأَ عَلَيۡهِمۡ سُوۡرَةَ الۡبَقَرَةِ، وَبَيَّنَ لَهُمۡ مِنۡهَا، فَأَتٰى عَلٰى هٰذِهِ الۡآيَةِ: إِنۡ تَرَکَ خَيۡرًا الۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡأَقۡرَبِيۡنَ، فَقَالَ: نُسِخَتۡ هٰذِهٖ، ثُمَّ قَرَأَ حَتّٰى أَتٰى عَلٰى هٰذِهِ الۡآيَةِ: (وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ أَزۡوَاجًا) إِلٰى قَوۡلِهٖ تَعَالٰى (غَيۡرَ إِخۡرَاجٍ) فَقَالَ: وَهٰذِهٖ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۳۱۱۰)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے، پھر آپ نے یہاں (یعنی بصرہ میں) لوگوں کو خطبہ دیا، پھر ان کے سامنے سورہ بقرہ پڑھی اور اس کی تشریح وتوضیح فرمائی، پھر اس آیت پر پہنچے کہ ”إِنۡ تَرَکَ خَيۡرًا الۡوَصِيَّةُ لِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡأَقۡرَبِيۡنَ“

پھر آپ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہوچکی ہے، پھر آپ نے (آگے سورہ بقرہ کی) قرائت فرمائی، یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے کہ: ”وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ أَزۡوَاجًا“

اللہ تعالیٰ کے قول "غَیْرَ اِخْرَاجٍ" تک، پھر آپ نے فرمایا کہ یہ آیت بھی منسوخ ہوچکی ہے (حاکم)

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : (وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ إِخْرَاجٍ)فَنُسِخَ ذٰلِکَ بِآیَةِ الْمِیْرَاثِ بِمَا فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الرُّبُعِ وَالثُّمُنِ، وَنُسِخَ أَجَلُ الْحَوْلِ بِأَنْ جُعِلَ أَجَلُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۲۹۸، سنن النسائی، رقم الحدیث ۳۵۴۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کی اس آیت کہ:

"وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ إِخْرَاجٍ" کے بارے میں فرمایا کہ یہ آیت میراث کی (سورہ نساء کی) اس آیت سے منسوخ ہوچکی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے لئے (فوت شدہ شوہر کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں) چوتھا حصہ اور (فوت شدہ شوہر کی اولاد ہونے کی صورت میں) آٹھواں حصہ مقرر فرمادیا ہے، اور ایک سال (عدت میں ٹھہرے رہنے) کی مدت کو اس طرح منسوخ کردیا گیا کہ ان عورتوں کی عدت چار مہینے اور دس دن مقرر کردی گئی (بشرطیکہ وہ حاملہ نہ ہوں، ورنہ ان کی عدت بچہ کی ولادت پر پوری ہوگی) (ابوداؤد، نسائی)

اس قسم کی روایات بعض تابعین سے بھی مروی ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ بقرہ کی جس دوسری آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر فرمایا، وہ یہ ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْ أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۴۰)

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں سے وفات پاجائیں اور وہ اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو انہیں چاہیے کہ وہ وصیت کر جائیں اپنی بیویوں کے لئے سال بھر کے نان ونفقہ کی گھر سے نکالے بغیر پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اے وارثو اس کا کوئی گناہ نہیں جو کچھ کہ وہ خود اپنی جانوں کے بارے میں خیر کا کوئی کام کریں، اور اللہ عزیز، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں جب تک میراث کے تفصیلی احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اس وقت تو سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کے مطابق والدین وغیرہ کے لئے اپنی حسب منشاء اور بیوی کے لئے ایک سال کے نان ونفقہ کی وصیت کا حکم تھا، لیکن سورہ نساء میں میراث کے تفصیلی احکام نازل ہونے کے بعد وارثوں کے لئے وصیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا، اور ہر وارث کے لئے ان کے میراث کے حصہ کو متعین کر دیا گیا، جس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے سورہ نساء میں ذکر کی جائے گی۔

البتہ جو ایسے رشتہ دار نہیں ہیں کہ جو فوت ہونے والے کے وارث بنیں، تو ان کے لئے وصیت کرنا اب بھی جائز ہے۔

وارث کے لئے وصیت نہ ہونے کی احادیث اور ان کا درجہ

کئی احادیث میں وارثوں کے لئے وصیت نہ ہونے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدْ أَعْطٰى لِكُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

(ترمذی، رقم الحدیث ۲۱۲۰، بَابُ مَا جَاءَ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں یہ سنا کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق (میراث کی شکل میں) عطاء (ومتعین) فرما دیا ہے، لہٰذا وارث کے لئے (مال کی) کوئی وصیت نہیں ہے (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّيْ لَتَحْتَ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْلُ عَلَيَّ لُعَابُهَا فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ، أَلَا لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (ابن ماجه، رقم الحديث ۲۷۱۴)

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے نیچے تھا، اس اونٹنی کا لعابِ دہن میرے اوپر بہہ کر گر رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطاء (ومتعین) فرما دیا ہے، خبردار ہو جاؤ! وارث کے لئے (مال کی) وصیت نہیں ہے (ابن ماجہ)

حضرت عمرو بن خارجہ خُشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِىْ حَقٍّ حَقَّهٗ، وَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۶۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، پھر فرمایا کہ بے شک اللہ نے ہر حق والے کو اس کا حق عطاء (ومتعین) فرمادیا ہے، اور وارث کے لئے (مال کی) وصیت نہیں (نسائی)

اور مسند احمد میں حضرت عمرو بن خارجہ خُشنی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَإِنَّ رَاحِلَتَهٗ لَتَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا، وَإِنَّ لُعَابَهَا لَيَسِيْلُ بَيْنَ كَتِفَيَّ، فَقَالَ ": إِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَسَمَ لِكُلِّ إِنْسَانٍ نَصِيْبَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ، وَلَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۶۶۹)

ترجمہ: نبی ﷺ نے لوگوں کو اپنی اونٹنی پر خطبہ دیا، اور آپ کی اونٹنی جگالی کررہی تھی اور اس کا لعابِ دہن میرے دونوں کندھوں کے درمیان بہہ رہا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے ہر انسان کے لئے اس کی میراث کا حصہ تقسیم فرمادیا ہے، اور وارث کے لئے (مال کی) وصیت جائز نہیں (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر حضرات کی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ جن کے پیشِ نظر کئی محدثین حضرات نے ان احادیث کو متواتر قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] اور متواتر درجہ کی احادیث سے قرآن مجید میں تخصیص وزیادتی اور تنسیخ جائز ہے۔

قال الجصاص: حدثنا محمد بن بكر قال :حدثنا أبو داود قال :حدثنا عبد الوهاب بن نجدة قال :حدثنا ابن عياش عن شرحبيل بن مسلم قال :سمعت أبا أمامة قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :إن الله قد أعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث "وروى عمرو بن خارجة عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال" :لا وصية لوارث إلا أن تجيزها الورثة . "ونقل أهل السير خطبة النبى صلى الله عليه وسلم فى حجة الوداع وفيها" :أن لا وصية لوارث "فورد نقل ذلك مستفيضا كاستفاضة وجوب الاقتصار بالوصية على الثلث دون ما زاد ,لا فرق بينهما من طريق نقل الاستفاضة واستعمال الفقهاء له وتلقيهم إياه بالقبول .وهذا عندنا فى حيز المتواتر الموجب للعلم والنافى للريب والشك(احكام القرآن للجصاص ،ج۲، ص ۱۲۴ ،باب الوصية للوارث،سورة النساء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اسی وجہ سے اس قسم کی کثیر احادیث کے پیشِ نظر اکثر فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ وارث کے حق میں مال کی وصیت کا حکم اب باقی نہیں ہے (الفقيه و المتفقه للخطيب البغدادی، القول فيمن رد الإجماع)

وارثوں کی اجازت سے کسی وارث کے حق میں وصیت کا حکم

بعض احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وارث کے حق میں مال کی وصیت معتبر نہ ہونے کا حکم اس

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

و قال الكتاني: (لا وصية لوارث) -. أخرجه الترمذي من حديث أبي أمامة ثم قال وفي الباب عن .أنس وعمرو بن خارجة قال ابن حجر في أماليه وفيه أيضاً عن علي وابن عباس وابن عمر ومعقل بن يسار وخارجة بن عمرو ومن مرسل مجاهد وعمرو بن دينار وأبي جعفر الباقر اهـ .(قلت) وفيه أيضاً عن جابر بن عبد الله وعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده وزيد بن أرقم والبراء ابن عازب انظر تخريج أحاديث الرافعي والهداية للحافظ ابن حجر وجمع الجوامع للسيوطي وادعى ابن الحاجب في مختصره الأصلي تواتره ونازعه ابن حجر وغيره راجع الأمالي له وفي عبارة لبعضهم قال روى بألفاظ مختلفة وصحح الترمذي بعض طرقه وحسن بعضها وقال ابن حجر في الفتح لا يخلو إسناد كل منهما من مقال لكن مجموعهما يقتضي أن للحديث أصلاً قال بل جنح الشافعي في الأم إلى أن هذا المتن متواتر فقال وجدنا أهل الفتيا ومن حفظنا عنهم من أهل العلم بالمغازي من قريش لا يختلفون في أن النبي صلى الله عليه وسلم قال عام الفتح لا وصية لوارث ويأثرونه عمن حفظوه منه ممن لقوه من أهل العلم فكان نقل كافة فهو أقوى من نقل واحد وقد نازع الفخر الرازي في كون الحديث متواتراً قال وعلى تسليم ذلك فالمشهور من مذهب الشافعي أن القرآن لا ينسخ بالسنة قال الحافظ لكن الحجة في هذا إجماع العلماء على مقتضاه كما صرح به الشافعي وغيره اهـ. وقد رد بعضهم ما قاله الفخر بأنه متواتر المعنى كما يشير إليه ما ذكرناه في عدد من روى معناه من الصحابة على أنه لا يلزم من عدم تواتره عندنا عدم تواتره عند الشافعي ونحوه من الأئمة المجتهدين لقربهم من زمن النبوة وقد نقل ابن رشد في كتاب الوصايا من المقدمات تواتره أيضاً عن مالك ونصه وأما نسخها يعني آية الوصية للوالدين بقوله عليه السلام لا وصية لوارث على مذهب من يجيز نسخ القرآن بالسنة فلا إشكال فيه وهي رواية أبي الفرج عن مالك حكى عنه في كتابه أنه قال نسخت الوصية للوالدين بما تواتر من قول النبي صلى الله عليه وسلم لا وصية لوارث ونسخت الوصية للأقربين بأية المواريث اهـ والله سبحانه وتعالى أعلم.(نظم المتناثر،تحت رقم الحديث ۱۸۹، ج ۱، ص۱۶۸، كتاب الوصايا)

و قال الالباني: جزم الصحابي بنسخ آية الوصية لا يمكن أن يكون على الغالب إلا بتوقيف من النبي صلى الله عليه وسلم. وخلاصة القول ,أن الحديث صحيح لا شك فيه ,بل هو متواتر ,كما جزم بذلك السيوطي وغيره من المتأخرين . أما الصحة ,فمن الطريق الثانية للحديث الأول ,وقد تفرد بذكرها هذا الكتاب مع التنبيه على صحته دون سائر كتب التخريجات التي وقفت عليها . وأما التواتر ,فانضمام الطرق الأخرى إليها ,وهي وإن كان في بعضها ضعف ,فبعضه ضعف محتمل ,يقبل التحسين لغيره ,وبعضه حسن لذاته , كما سبق بيانه ,لاسيما ولا يشترط في الحديث المتواتر سلامة طرقه من الضعف ,لأن ثبوته إنما هو بمجموعها ,لا بالفرد منها ,كما هو مشروح في "المصطلح(إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل، ج۶، ص۸۷، كتاب الوصايا)

صورت میں ہے، جبکہ فوت ہونے والے کے دوسرے عاقل وبالغ ورثاء اس وصیت پر راضی نہ ہوں، اور اگر وہ راضی ہوں، تو پھر اس قسم کی وصیت درست ومعتبر ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، إِلَّا أَنْ يُّجِيْزَ الْوَرَثَةُ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ١٢٥٤٠)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں، مگر یہ کہ ورثاء اجازت دیں (بیہقی)

حضرت عطاء خراسانی کی سند سے حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تَجُوْزُ وَصِيَّةٌ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ (سنن الدار قطنى، رقم الحديث ٤١٥٥)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت جائز (ومعتبر) نہیں، مگر یہ کہ وارث چاہیں (دارقطنی)

اور حضرت عطاء خراسانی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ (المراسيل لابى داود، رقم الحديث ٣٤٩)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں، مگر یہ کہ ورثاء چاہیں (مراسیلِ ابی داؤد)

اور حضرت ہشام رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ ، قَالَا: لَيْسَ لِوَارِثٍ وَصِيَّةٌ إِلَّا إِنْ يَّشَاءَ الْوَرَثَةُ (مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٣١٣٦٣)

ترجمہ: (جلیلُ القدر تابعین) حضرت حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے، مگر یہ کہ ورثاء چاہیں (ابن ابی شیبہ)

مذکورہ احادیث کی سندوں پر محدثین نے اگرچہ کلام کیا ہے۔

مگر وہ کلام اس درجہ کا نہیں ہے کہ ان احادیث سے استدلال بھی درست نہ ہو۔ ۱

۱ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے متعلق بعض حضرات نے فرمایا کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں، لیکن یہ حدیث حضرت عطاء، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، اور دونوں کے درمیان انقطاع پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

مگر اس سلسلہ میں عرض ہے کہ چونکہ بعض سندوں میں حضرت عطاء، حضرت عکرمہ سے بھی روایت کرتے ہیں، لہٰذا اس کی تمام سندوں پر انقطاع کا حکم لگانا اور منقطع روایت کے مشہور ہونے کی وجہ سے متصّل روایت کا انکار کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ دار قطنی، طبرانی اور امام بیہقی تینوں حضرات نے اس کو متصل طریقہ پر روایت کیا ہے، اور بعض نے منقطع طریقہ پر روایت کیا ہے، اور کسی حدیث کا منقطع اور متصل دونوں طریقوں سے مروی ہونا ممکن ہے۔

اور اگر بالفرض اس کو منقطع بھی تسلیم کرلیا جائے، تو اس کی تائید عمرو بن خارجہ کی ایک دوسری روایت سے اور اسی طرح حضرت حسن اور ابن سیرین رحمہما اللہ کے اثر سے ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے بعض حضرات نے حضرت ابن عباس کی مذکورہ حدیث پر حسن ہونے کا حکم لگایا ہے، مزید برآں بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک مرسل و منقطع بھی قابلِ حجت ہوتی ہے، نیز اکثر فقہائے کرام کی طرف سے اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

ان تمام شواہد و مؤیدات کے ہوتے ہوئے ہمیں اس حدیث کو کم از کم حسن درجہ کی قرار دینا ہی مبنی براعتدال معلوم ہوتا ہے۔ محمد رضوان

وروى الدارقطني من طريق بن جريج عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا لا تجوز وصية لوارث إلا أن يشاء الورثة كما سيأتي بيانه ورجاله ثقات إلا أنه معلول فقد قيل إن عطاء هو الخرساني والله أعلم(فتح البارى، ج۵، ص ۳۷۲)

عن ابن عباس رضى الله عنه أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :لا تجوز الوصية لوارث، إلا أن يشاء الورثة ويروى :لا وصية لوارث، إلا أن يجيزها الورثة .

هذا الحديث رواه باللفظ الأول الدارقطنى فى سننه من حديث حجاج، عن ابن جريج، عن عطاء ، عنه.

ورواه هو وأبو داود فى مراسيله باللفظ الثانى من حديث عطاء بن أبى مسلم الخراسانى عنه مرفوعا :لا وصية لوارث، إلا أن يشاء الورثة .

ثم قال أبو داود :عطاء لم يدرك ابن عباس ولم يره .وكذا قال البيهقى لما رواه، وبهذا اللفظ :عطاء -هذا هو الخراسانى -عنه مرفوعا :لا وصية لوارث، إلا أن يشاء الورثة .

قاله أبو داود وغيره، قال :وقد روى من وجه آخر عنه، ورواه عن يونس بن راشد عن عطاء المذكور، عن عكرمة، عن ابن عباس رفعه :لا تجوز (وصية). . الحديث.

ورواه الدارقطنى أيضا من هذا الوجه، قال البيهقى :وعطاء الخراسانى غير قوى.

قلت :هو ثقة يرسل (أخرج له) الجماعة، ويونس بن راشد وثقه أبو زرعة، ورماه خ بالإرجاء ، زاد النسائى : وكان داعية .وقال عبد الحق فى الأحكام :عطاء لم يدرك ابن عباس ولم يره .قال :ووصله يونس بن راشد؛ فرواه عن عطاء عن عكرمة عن ابن عباس، والمشهور هو المقطوع .قال ابن القطان :لم يعز الموصول ولا بين علته، وفيه يونس بن راشد قاضى (حران) ثم ذكر من حاله ما أسلفناه.

وهذا الحديث مروى من غير طريق ابن عباس؛ رواه الدارقطنى فى سننه أيضا من حديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده مرفوعا باللفظ الثانى، وفى إسناده سهل بن عمار، كذبه الحاكم، واحتجاج ابن الجوزى فى تحقيقه به وبالذى قبله، ورده بهما على خصومه ليس بجيد منه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث وروایات کے پیشِ نظر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک اپنے وارث کے حق میں مالی وصیت معتبر نہیں، اور اگر کوئی اس قسم کی وصیت کر کے فوت ہوجائے، تو وہ دیگر عاقل بالغ ورثاء کی اجازت سے ہی معتبر ونافذ ہوسکتی ہے۔

اور اگر بعض ورثاء اجازت دیں، اور بعض اجازت نہ دیں، یا بعض نابالغ ہوں یا عاقل نہ ہوں تو اجازت دینے والے عاقل وبالغ ورثاء کے حصے میں تو معتبر ہوجائے گی، اور اجازت نہ دینے والے یا نابالغ وغیر عاقل ورثاء کے حصے میں معتبر نہ ہوگی۔

(كذا في:الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳، ص۲۴۶ الى ۲۴۸، مادة: وصية، خامسا :أن لا يكون الموصى له وارثا عند موت الموصى)

اور جب کسی نے اپنے وارث کے حق میں کوئی وصیت کی ہو، اور اس کو اس کے ورثاء قبول کرلیں، تو حنفیہ کے نزدیک یہ وصیت ہی کے اعتبار سے معتبر ونافذ ہوتی ہے، اور اس کو وارثوں کی طرف سے مستقل ہبہ کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورواه الدارقطني أيضا من حديث إسماعيل بن مسلم، عن الحسن، عن (عمرو) بن خارجة رفعه :لا وصية لوارث، إلا أن يجيز الورثة .

وإسماعيل هذا ثقة، وليس بالمكي الضعيف . ورواه ابن وهب، عن عبد الله بن سمعان، وعبد الجليل بن حميد (اليحصبي) ، ويحيى بن أيوب، وعمر بن قيس سندل، قال عمر بن قيس :عن عطاء بن أبي رباح . وقال آخرون :ثنا عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي (حزم) واتفق عطاء وعبد الله أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال في خطبته :لا تجوز وصية لوارث، إلا أن يشاء الورثة .زاد عطاء في حديثه :وإن أجازوا فليس لهم أن يرجعوا .وهذا مرسل (و) في إسناده جماعة ضعفاء (البدر المنير لابن الملقن ، ج۷، ص۲۶۹ الى ۲۷۲، كتاب الوصايا، الحديث العاشر)

وعن ابن عباس رفعه لا تجوز الوصية لوارث إلا أن يشاء الورثة أخرجه الدار قطني ورجاله لا بأس بهم وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ لا وصية لوارث إلا أن تجيز الورثة أخرجه الدارقطني وابن عدي بدون الزيادة وفي إسناد الدارقطني سهل بن عمار وهو ساقط (الدراية في تخريج احاديث الهداية، ج۲، ص۳۱۰)

ومن طريق ابن عباس وسنده حسن ذكره كله ابن حجر في تخريج الرافعي وقال في تخريج الهداية :في خبر الدارقطني مع إرساله ضعف اه .وقال بعده في مواضع أخر :هو ساقط وقال في موضع آخر :رجاله ثقات لكنه معلول اه ورواه البخاري معلقا وقال في تخريج المختصر :رواه الدارقطني من طريق ابن جريج عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا وأسانيده ظاهرة الصحة إذ المتبادر أن عطاء هو ابن أبي رباح فلو كان كذلك كان على شرط الصحيح لكن عطاء هو الخراساني وفيه ضعف ولم يسمع من ابن عباس وأخرجه سعيد بن منصور عن عمرو بن دينار مرفوعا وهو مرسل رجاله رجال الصحيح وإذا انضم بعض طرقه لبعض قوي اه(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۹۹۳۳)

حکم حاصل نہیں ہوتا۔ [1]

پھر مذکورہ صورت میں وارثوں کی جس اجازت کا اعتبار ہوتا ہے، وہ وصیت کرنے والے کی وفات کے بعد کی اجازت ہے، اگر وصیت کرنے والے کے ورثاء، اس کی زندگی میں اجازت دیں، لیکن اس کے فوت ہونے کے بعد اجازت نہ دیں، تو اس کا اعتبار نہیں۔ [2]

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مذکورہ تفصیل وارث کے حق میں مال (یعنی روپیہ پیسہ، منقولہ وغیر منقولہ جائیداد و پراپرٹی وغیرہ) کی وصیت کے متعلق ہے۔

اور مال کی وصیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی وصحت کی حالت میں بقائمی ہوش وحواس اپنی ملکیت میں موجود کسی مال کے بارے میں تحریری یا زبانی طور پر یہ کہے کہ یہ مال یا میرا اتنا مال میرے مَرنے کے بعد فلاں کی ملکیت ہے وغیرہ، اور جس مال کا انسان اپنی زندگی میں کسی دوسرے کو (خواہ وارث ہو، یا غیر وارث) با قاعدہ مالک بنادے، تو وہ وصیت میں داخل نہیں ہے۔

جہاں تک غیر وارث کے حق میں وصیت کا تعلق ہے تو وہ تہائی مال تک جائز ہے، اوراسی طرح اپنے وارثوں کو مال کے علاوہ اپنے حقوق (مثلاً قرض) کی ادائیگی یا ان کو نیک کاموں کی وصیت کرنا جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔

(اس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ آگے سورہ مائدہ وغیرہ میں آئے گی)

---

[1] یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب کہ کوئی شخص وارث کے علاوہ کسی اور کے حق میں تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے کہ وہ بھی وارثوں کی اجازت سے ہی وصیت کے اعتبار سے نافذ ہوتی ہے۔

پس حنفیہ کے نزدیک وصیت للوارث یا وصیت زائد من الثلث کی صورت میں ورثہ کی اجازت سے وہ ہبۂ مستانفہ ومستقلہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ وصیت موقوف ہوتی ہے، اور ورثہ کی اجازت سے صرف اس کا نفاذ ہوتا ہے، اوراسی وجہ سے اس میں ہبہ کی دیگر شرائط کا پایا جانا بھی ضروری نہیں ہوتا۔

(کذا فی احکام القرآن للجصاص، ج ۱، ص ۲۰۵، باب الوصیة للوارث إذا أجازتها الورثة، تفسیر سورة البقرة ،و، ج ۲، ص ۱۲۴ ،باب الوصیة للوارث،سورة النساء،ردالمحتار ،کتاب الوصایا، باب الوصیة بثلث المال،بدائع الصنائع،کتاب الوصایا، فصل فی شرائط رکن الوصیة ،درذیل وجوده عند موت الموصی)

[2] اوراسی وجہ سے زندگی میں اجازت دینے کے بعد وفات ہونے پر اس سے رجوع کا بھی ورثاء کو حق حاصل ہے، لیکن وفات کے بعد ایک مرتبہ وفات کے بعد اجازت دے کر پھر رجوع کا حق حاصل نہیں۔

(کذا فی: فتاویٰ قاضیخان، ج ۳، ص ۳۰۹، فصل فیمن تجوز وصیته وفیمن لا تجوز،تبیین الحقائق، ج ۶، ص ۱۸۳، کتاب الوصایا،العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، ج ۲، ص ۲۸۶، کتاب الوصایا)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

بیوی کے ساتھ حسنِ خلق وحسنِ معاشرت کی اہمیت

شوہر پر بیوی کا ایک حق یہ ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ حسنِ خلق وحسنِ معاشرت کو اختیار کرے۔

خواتین کے ساتھ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنے کا قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

اور احادیث میں بھی اس کی ترغیب وفضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (سورة النساء، آيت ۱۹)

ترجمہ: اور اِن (عورتوں) کے ساتھ معروف (یعنی اچھے) طریقہ پر معاشرت (اور رہن سہن) اختیار کرو، پھر اگر تم ان کو (یا ان کی کسی بات کو) ناپسند کرو، تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اس میں خیرِ کثیر رکھ دی ہو (سورہ نساء)

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو اگر چہ بظاہر عورتوں میں کوئی ناپسندیدگی اور کراہیت والی بات نظر آئے، لیکن ایسے وقت میں یہ سوچنا چاہئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے خیرِ کثیر رکھی ہو، جو ہم پر ظاہر نہ کی گئی ہو، اس لئے اس کو برداشت کرنا چاہئے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ (مسلم، باب الوصية بالنساء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مؤمن، کسی مؤمنہ عورت سے بُغض (وعداوت اور عناد) نہ رکھے، اگر وہ اس عورت کے کسی اخلاق کو ناپسند کرتا ہے، تو وہ اس کے

دوسرے اخلاق سے راضی اور خوش بھی ہوتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی خوبی اور اچھائی بھی ہوتی ہے، اس لئے اگر کبھی کسی عیب کی وجہ سے بُغض وعناد اور عداوت پیدا ہونے کا ڈر ہو، تو اُس کو چاہئے کہ دوسرے کی خوبی اور اچھائی پر نظر کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (ترمذی، رقم الحديث ۱۱۶۲)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں؛ جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۹۷۸، باب حسن معاشرة النساء)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں (ابنِ ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا، أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ "(مسند احمد،حديث نمبر ۲۴۲۰۴،واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابی شيبه، حديث نمبر ۲۵۸۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین میں ایمان میں سب سے کامل لوگ وہ ہیں، جن کے اخلاق سب سے بہتر ہوں، اور وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ نرمی کا برتاؤ کرنے والے ہوں (مسند احمد)

اور حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :خِيَارُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ (المعجم الكبير للطبراني،حديث نمبر ۹۵۴، واللفظ لهٗ، مسند الشاميين للطبراني،حديث نمبر ۱۹۷۷)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں (طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ (ترمذی، رقم الحديث ۳۸۹۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر ہوں، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر (برتاؤ کرنے والا) ہوں، اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو تم اُس (کا بُرائی کے ساتھ تذکرہ کرنے) کو چھوڑ دو (ترمذی)

گھر والوں کے مفہوم میں بطورِ خاص بیوی اور اس کے علاوہ دوسرے اہلِ خانہ داخل ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۹۷۷، باب حسن معاشرة النساء)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں، جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے بہتر (اخلاق ومعاشرت والے) ہوں، اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہتر (برتاؤ کرنے والا) ہوں (ابنِ ماجہ)

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، وَذَكَّرَ، وَوَعَظَ، فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةً، فَقَالَ :أَلَا وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (سنن الترمذی،رقم الحديث ۱۱۶۳،باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها)

ترجمہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، اور وعظ ونصیحت فرمائی، پھر طویل حدیث ذکر کی، پھر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ! تم عورتوں کے بارے میں خیر (یعنی حسنِ سلوک وحسنِ معاشرت) کی وصیت حاصل کرو (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمَرْأَةُ كَالضَّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ (بخاری، رقم الحدیث ۵۱۸۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی طرح ہے، اگر اسے سیدھا کرو گے، تو وہ ٹوٹ جائے گی، اور اگر آپ اس سے فائدہ اٹھاؤ گے، تو اس حال میں اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ اس میں ٹیڑھ موجود ہو (بخاری)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَإِذَا شَهِدَ أَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ، وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (مسلم، رقم الحدیث ۱۴۶۸ "۶۰")

ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، تو جب وہ کسی کام پر حاضر ہو، تو وہ خیر والی بات کرے، یا خاموش رہے، اور تم عورتوں کے بارے میں نصیحت حاصل کرو، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے اگر آپ اسے سیدھا کرنا چاہیں گے، تو آپ اسے توڑ دیں گے، اور اگر آپ اسے چھوڑ دیں گے، تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، تم عورتوں کے معاملہ میں خیر کی وصیت حاصل کرو (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ حضرت حواء دراصل حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، اس لئے عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس میں فطری وپیدائشی طور پر ٹیڑھ پن اور نقص موجود ہے، جس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرنے سے وہ ٹوٹ جاتی ہے، یعنی طلاق وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کو بیوی کی طرف سے ٹیڑھ پن والی باتیں سرزد ہونے پر صبر کرنا چاہئے۔ گھر والوں اور خاص کر بیویوں کے ساتھ کیونکہ انسان کا زیادہ واسطہ رہتا ہے، اور عموماً ان پر تسلط اور ان کے ساتھ بے تکلفی بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے گھر والوں اور خاص کر بیویوں کے ساتھ انسان کے حقیقی حسنِ خلق یعنی اچھے اخلاق کا امتحان ہوتا ہے، اور جو اس میں پورا اترتا اور کامیاب شمار ہوتا ہے، تو وہ گویا کہ کامل حسنِ اخلاق والا انسان ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :عَجِبْتُ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَكَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ، فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ أَمْرِهِ، حَتّٰى يُؤْجَرَ فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا إِلٰى فِيْ اِمْرَأَتِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مومن کی حالت پر خوشی ہوئی، اگر اسے کوئی خیر کی بات پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور صبر کرتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت وتکلیف پہنچتی ہے، تو وہ اللہ کی حمد وتعریف اور شکر کرتا ہے، تو مومن کے ہر کام میں اجروثواب عطا کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کو اس لقمہ پر بھی اجروثواب عطا کیا جاتا ہے، جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں اٹھا کر لے جاتا ہے (مسند احمد)

اس سے بیوی کے ساتھ حسنِ خلق وحسنِ معاشرت اور نرمی پر اجروثواب کا حاصل ہونا معلوم ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ يَوْمَ عِيدٍ، فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ أَطَّلِعُ مِنْ عَاتِقِهٖ فَأَنْظُرُ إِلَيْهِمْ، فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا فَإِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا (مسند أحمد ،رقم الحديث ۲۵۵۳۴)

ترجمہ: حبشہ کے لوگ عید کے دن (جنگی مشق کا) کھیل کود کیا کرتے تھے، پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تو میں آپ کے کندھے کے پیچھے سے جھانک کر ان کو دیکھنے لگی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے (جنہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا) تو نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دیجئے، ہر قوم کی عید (یعنی خوشی) کا دن ہوتا ہے، اور یہ ہماری عید (یعنی خوشی) کا دن ہے (مسند احمد)

اس سے آپ ﷺ کا زوجہ کے ساتھ نرمی والے برتاؤ کا کرنا اور دل کا بہلانا ثابت ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَأَنَا جَارِيَةٌ لَمْ أَحْمِلِ اللَّحْمَ وَلَمْ أَبْدُنْ، فَقَالَ لِلنَّاسِ " :تَقَدَّمُوْا "فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ لِيْ " :تَعَالَيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ "فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، حَتّٰى إِذَا حَمَلْتُ اللَّحْمَ وَبَدُنْتُ وَنَسِيْتُ، خَرَجْتُ مَعَهُ فِيْ بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَقَالَ لِلنَّاسِ " :تَقَدَّمُوْا " فَتَقَدَّمُوْا، ثُمَّ قَالَ " :تَعَالَيْ حَتّٰى أُسَابِقَكِ "فَسَابَقْتُهُ، فَسَبَقَنِيْ، فَجَعَلَ يَضْحَكُ، وَهُوَ يَقُوْلُ " :هٰذِهِ بِتِلْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٢٧٧، سنن ابی داود، رقم الحديث ٢٥٧٨)

ترجمہ: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھی، اور میں کم عمر لڑکی تھی، اور میرے اوپر زیادہ گوشت نہیں تھا، اور نہ میرا بدن بھاری تھا، تو نبی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، تو وہ آگے چلے گئے، پھر نبی ﷺ نے مجھے فرمایا کہ آجاؤ، میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی ﷺ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو میں نبی ﷺ سے آگے نکل گئی، اور آپ خاموش ہوگئے، پھر جب میرے اوپر گوشت کا وزن ہوگیا، اور میرا جسم بھاری ہوگیا، اور اس میں اس واقعہ کو بھول گئی تو میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں گئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم آگے چلے جاؤ، وہ آگے چلے گئے، پھر نبی ﷺ نے مجھے فرمایا کہ آجاؤ میں آپ سے دوڑ میں مقابلہ کرتا ہوں، تو میں نے نبی ﷺ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا، تو آپ مجھ سے آگے نکل گئے، پھر آپ ہنسنے لگے اور یہ فرمانے لگے کہ یہ پہلی جیت کا جواب ہوگیا (مسند احمد، ابوداؤد)

اس سے نبی ﷺ کا زوجہ کے ساتھ حسنِ خلق اور حسنِ معاشرت کا اختیار کرنا ثابت ہوا۔

بیوی کے ساتھ حسنِ خلق و حسنِ معاشرت میں اس کے ساتھ حسنِ کلام، جائز و نرم گفتگو اور اس کے حال واحوال کی خبر گیری و مزاج پرسی کرنا اور اس کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں پر صبر کرنا سب داخل ہے۔

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

اہم انتباہ

بندہ محمد رضوان کے ترتیب دیئے اور تالیف وتصنیف کئے ہوئے مختلف موضوعات پر کئی رسائل وکتب کی اشاعت ہوچکی ہے، جن کے متعلق چند اہم امور پر متنبہ ومتوجہ کیا جاتا ہے:

(۱)...... فی الحال بندہ کی طرف سے ادارہ غفران، راولپنڈی کے علاوہ ملک وبیرون ملک کسی اور ادارہ یا فرد کو بندہ کی کسی تالیف کی اشاعت کی باضابطہ اجازت نہیں ہے، لہٰذا بندہ کے نام سے کسی دوسری جگہ سے تالیف شدہ کسی کتاب یا رسالہ یا اس کے متعلقہ مضامین کی بندہ کی طرف نسبت سے احتیاط کی جائے۔

(۲)...... بندہ کی بعض کتب ورسائل کی ایک سے زیادہ مرتبہ اشاعت ہوچکی ہے، اور تقریباً ہر اشاعت کے موقع پر نظرِ ثانی، اصلاح واضافہ کا کام ہوا ہے، لہٰذا اگر بعض نسخوں میں کسی مسئلہ یا پہلو میں اختلاف وتضاد محسوس ہو، تو آخری اشاعت میں درج تحقیق کو بندہ کی آخری تحقیق سمجھا جائے، اِلَّا یہ کہ بندہ کی بعد کی کسی اور تالیف میں اس مسئلہ کی اصلاح کی گئی ہو، اور اس کا پتہ کتاب یا مضمون میں کی گئی وضاحت یا پھر اس کے آخر میں موجود آخری مرتبہ کی تاریخ سے چلایا جاسکتا ہے، جس کا حتی الامکان بندہ اہتمام کرتا رہا ہے۔

اور اصلاح واضافہ، یا سابق قول سے رجوع کرنا کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ ہر دور میں اہلِ علم حضرات کی طرف سے اس پر عمل ہوتا رہا ہے۔

(۳)...... بندہ کی کسی تالیف میں اگر کوئی ایسی غلطی محسوس ہو کہ جو کتابت کی غلطی سے سرزد ہوگئی ہو، تو اس کو بندہ کا موقف سمجھنے کے بجائے کتابت کی غلطی پر محمول کرنا چاہئے، اور ممکن وسہل ہو، تو بندہ کو بھی مطلع کردیا جائے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

فقط

محمد رضوان

مورخہ: ۸/صفر المظفر /۱۴۳۴ھ 22 / دسمبر/ 2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

مقالات و مضامین

مفتی محمد رضوان

دیندار اور شریف لوگ سیاست سے الگ تھلگ کیوں؟

پاکستان کے قیام سے لے کر آج تک ملک میں جتنے انتخابات ہوئے ہیں، ان میں شمولیت وتعاون کے اعتبار سے عام طور پر دیندار اور شریف لوگوں کا کردار غیر فعال اور مایوس کن رہا ہے۔

ایک تو موجودہ دور کا سیاسی میدان جھوٹ، منافقت،، دھوکہ دہی، غلط بیانی اور الزام تراشی جیسی بداخلاقیوں کی بھینٹ چڑھ گیا ہے، جس کی وجہ سے دیندار اور شریف لوگوں کی عملی سیاست میں عام طور پر دال نہیں گلتی۔

دوسری طرف ایسے لوگوں کو حکمرانی کے تاج وتخت فراہم کرانے میں کردار بھی اکثر ان ہی جیسے لوگوں کا ہے، اور دیندار اور شریف لوگ عموماً عملی طور پر سیاست میں شریک نہیں ہوتے اور اگر کوئی شریک ہو تو عوام کی طرف سے اسے حوصلہ افزائی نہ ملنے کی وجہ سے وہ بیچارہ واپس اپنی کُٹی میں پہنچنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ سیاست، شریعت سے جدا نہیں، بلکہ شریعت کا ایک حصہ ہے، اس لئے نہ تو سیاست کو شریعت سے الگ چیز قرار دینا درست ہے، اور نہ ہی سیاست کو پوری شریعت سمجھنا درست ہے۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز، روزے، زکاۃ اور حج وغیرہ جیسے اعمال کی طرح سیاست کو بھی عبادت سمجھ کر انجام دیا جائے، اور جس طرح نماز وغیرہ کے لئے کئی چیزوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے، مثلاً وضو ہو، قبلہ کی طرف رُخ ہو، جگہ پاک ہو، جسم اور بدن ولباس بھی پاک ہو، اور وقت بھی مکروہ وممنوع نہ ہو، اسی طرح سیاست کو بھی صداقت، امانت، ودیانت اور خدمتِ خلق وغیرہ جیسی شرائط کے ساتھ انجام دیا جائے۔

اور اس میں جھوٹ، غلط بیانی، دوسروں کی حق تلفی اور رشوت خوری وغیرہ جیسے گناہوں سے بچا جائے۔

اور جب سیاست، نماز، روزے وغیرہ کی طرح دین وشریعت کا حصہ ہے، تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ سیاست و حکومت کے عمل میں ویسے ہی لوگ آتے کہ جو مذکورہ صفات کے حامل ہوں، اور موجودہ طریقۂ انتخاب میں نہ تو ایسے لوگ عام طور پر عملاً سیاست میں آتے اور نہ ہی عوام کی طرف سے ایسے لوگوں کے حق میں رائے دے کر انہیں منتخب کرنے کی کوشش کی جاتی۔

افسوس کہ اس سلسلہ میں نہ تو امیدواروں اور حکمرانوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور نبھایا اور نہ ہی عوام نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور نبھایا۔

اوراس طرح موجودہ،سیاست وحکومت،غلط بیانی،جھوٹ،فریب،دھوکہ دہی اورلوٹ مار جیسی خرافات کی نذر ہوگئی۔
اور ملک ایسے دوراہے پرآ کر کھڑا ہوا گیا کہ ہر طرف قتل و غارت گری، رشوت خوری، کرپشن، لوٹ مار وغیرہ نظر آتی ہے، اور بجلی، گیس، پانی ہر چیز سے ملک اوراس کے باشندے محروم ہوتے جارہے ہیں۔
اور کہا جارہا ہے کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو چند سالوں بعد پورا ملک مجموعی طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہوگا، پینے کے لئے پانی اور کھانا پکانے کے لئے ایندھن، اور سفر کرنے کے لئے گیس وغیرہ کی سہولت نہیں ہوگی، اوراس طرح اللہ نہ کرے کہ ملک میں قیامتِ کبریٰ سے پہلے ہی قیامتِ صغریٰ قائم نہ ہو۔
ہمارے خیال میں اب بھی وقت ہے کہ سیاست دان وحکمران اور عوام سب اپنی اپنی آنکھیں کھولیں اور اپنے دائرۂ کار میں اصلاحِ احوال کے لئے جو جو مناسب تدابیر واسباب اختیار میں ہیں، ان کو اختیار کریں، اور غفلت ولاپرواہی والے طرزِ عمل سے پرہیز کریں۔
سردست عوام کے لئے جو ایک ظاہری تدبیر اختیار میں ہے، وہ یہ ہے کہ نئی حکومت کے انتخابات کا زمانہ قریب ہے، اوراس کے لئے بھرپور تیاریاں چل رہی ہیں۔
ایسے موقع پر ہر شخص اپنے ووٹوں کے حق کی حفاظت کرے اور تیاری رکھے اور وقت آنے پر انتہائی غور وفکر اور صاحبِ عقل ورائے اور دیانت دار اور صاحبِ علم لوگوں کے مشورہ کے ساتھ دیانت داری کے ساتھ اس کا استعمال کرے۔
موجودہ دور میں جو بیشتر ممالک میں جمہوریت کے عنوان سے ووٹوں کا نظام جاری ہے، ہم اس کے متعلق کئی مرتبہ وضاحت کرچکے ہیں کہ اس نظام میں کئی اصلاحات کی ضرورت ہے، لیکن اس پورے نظام کی تبدیلی براہِ راست ہر شخص کے اختیار میں نہیں ہے، اس لئے جب موجودہ ووٹوں کے ذریعہ سے حکمرانوں کے انتخابات کا طریقہ جاری ہے، تو اب ہر ووٹ کے استعمال کا حق رکھنے والے فرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ووٹ کا صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک استعمال کرکے ایک طرف تو ووٹ کو ضائع ہونے بچائے، اور دوسری طرف اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کرکے بدتر کے مقابلہ میں بہتر امیدوار کو تقویت پہنچائے۔
مگر ہمارے یہاں دیندار بطور خاص دینی علم رکھنے والے ایک بڑے طبقہ کا خیال یہ ہے کہ موجودہ وقت میں ووٹ کا سرے سے استعمال ہی جائز نہیں، جس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ ووٹوں کا موجودہ نظام دراصل شرعی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا، اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان میں کسی معیاری

امیدوار کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی امیدوار ووٹ کا صحیح مستحق اور اہل نہیں کہلاتا۔

پہلی وجہ کے بارے میں تو ہم کئی مرتبہ وضاحت کر چکے ہیں اور باور کرا چکے ہیں کہ جب تک اس نظام کی اصلاح نہ ہو یا اس کی اصلاح کا دائرہ کار اپنی دسترس میں نہ ہو، اس وقت تک ووٹ کے استعمال کی ذمہ داری برقرار رہتی ہے۔

جہاں تک دوسری وجہ کا تعلق ہے کہ امیدواروں میں سے کوئی بھی ایسا امیدوار سامنے نہیں ہوتا کہ جو شرعی، قومی، اور ملی تقاضوں پر پورا اترتا ہو، بلکہ زیادہ تر بددین، فاسق وفاجر اور نااہل امیدوار ہوتے ہیں، اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اولاً تو اس کی اصل وجہ خود دیندار اور شریف لوگ ہیں کہ ان طرف سے اپنے جیسے لوگوں کے حق میں ووٹ کے استعمال نہ ہوتے رہنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ ایک ایک کر کے یہ طبقہ پیچھے ہٹتا چلا گیا، اور دوسری طرف بددین لوگوں کی طرف سے اپنے جیسے لوگوں کے حق میں ووٹوں کے مسلسل استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے اس طبقہ کی برابر حوصلہ افزائی ہوتی رہی، اور یہ طبقہ ہر طرح سے پھلتا اور پھولتا رہا، جس کی وجہ سے نوبت باینجا رسید۔

لہٰذا اب بھی اگر عوام ووٹوں کا صحیح استعمال کریں گے تو امید ہے کہ اچھے اور نیک حکمران سامنے آئیں گے۔

البتہ جب حالات اس درجہ بگڑ چکے ہوں اور گویا کہ آوا کا آوا ہی بگڑ چکا ہو، تو اس بگڑی ہوئی صورتِ حال کی ظاہری اسباب کے درجہ میں یکدم اور یکلخت اصلاح ممکن نہیں، بلکہ اس میں بھی کچھ وقت لگے گا، مگر اس کے لئے کوششیں اور تیاریاں آج ہی سے شروع کرنا ضروری ہوگا۔

ابتدائی کوشش کے طور پر اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اگر کسی جگہ دوسروں کے مقابلے میں کوئی ملک وملت کا ہمدرد وخیر خواہ، اور دیانت دار امیدوار سامنے ہو تو اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کیا جائے، اور اگر ایسا نہ ہو اور موجودہ امیدواروں میں سب ہی بددین اور خائن ہوں تو ایسی صورت میں بڑے شر کا زور توڑنے اور اس کے مقابلہ میں چھوٹے شر کو برداشت کرنے کے طور پر کم شر والے کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا چاہیئے، اگر بالفرض سب امیدوار بددین ہوں، تو جو امیدوار کم از کم ملک اور عوام کا دوسروں کے مقابلہ میں خیر خواہ یا زیادہ خیر خواہ معلوم ہو تو اس کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا چاہیئے۔

مگر یہ کام اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک ہر قسم کے تعصّبات اور ذاتی مفادات اور خود غرضی وغیرہ جیسی چیزوں سے بالاتر نہ ہوا جائے۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

مقالات ومضامین　　مفتی محمد رضوان

پولیومہم

چندسالوں سے دنیا بھر میں پانچ سال سے کم عمر بچوں کو پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں، جس کے شرعی اور سائنسی پہلوؤں پر آج کل ملک میں بحث ومباحثہ جاری ہے۔

’’پولیو‘‘ دراصل ایک مہلک اور متعدی بیماری ہے، جس کو عربی زبان میں ’’شللُ الاطفال‘‘ اور فارسی زبان میں ’’فلجِ اطفال‘‘ اور انگریزی زبان میں poliomyelitis کہا جاتا ہے۔

اس بیماری میں مخصوص جراثیم نظامِ تنفُّس یعنی منہ یا ناک کے ذریعہ سے بچہ کے اندر منتقل ہوتے ہیں، جو بعض اوقات حلق میں جاکر ٹھہر جاتے ہیں، اور بعض اوقات معدے اور آنتوں میں پہنچ کر خون میں منتقل ہوجاتے ہیں، اور بعض اوقات اعصاب اور ہڈیوں میں منتقل ہوجاتے ہیں، اور اس طرح مختلف شکلوں میں اس بیماری کا حملہ ہوتا ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں بعض اوقات وفات یا پھر بچہ کا کوئی مخصوص عضو شَل یا ناکارہ ہوجاتا ہے، اور پھر اس بیماری کا علاج دشوار ترین بن جاتا ہے۔

طبی تحقیق کے مطابق پانچ سال سے کم عمر بچوں کو پولیو سے حفاظت کے قطرے پلانے کے نتیجہ میں بچے اس بیماری کے حملہ سے کافی حد تک محفوظ ہوجاتے ہیں۔

اس اعتبار سے پولیو کے قطرے دراصل مخصوص بیماری کی حفاظتی تدبیر اور حفظِ ماتقدم کے طور پر ایک طرح کا طریقۂ علاج ہوئے، اور حفاظتی تدبیر، بطور خاص کسی متعدی بیماری سے حفاظت کی تدبیر، اگر جائز طریقہ پر اختیار کی جائے، اور یہ نظریہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے جراثیم پیدا فرمائے ہیں کہ وہ جب کسی کو لگتے ہیں تو وہ بیماری کا سبب بنتے ہیں، لیکن ان جراثیموں میں بذاتِ خود متعدی ہونے اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی قدرت نہیں ہوتی، بلکہ جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے، وہاں پہنچ جاتے ہیں، اور جب اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا، نہیں پہنچتے، اور حفاظتی تدبیر سے کافی حد تک ان کے حملوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

تو اس نظریہ کے ساتھ حفاظتی تدبیر اور علاج معالجہ کے طور پر اس کے اختیار کرنے میں نہ کوئی شرک والی بات پائی جاتی اور نہ ہی کوئی گناہ والی، کیونکہ یہ حفاظتی تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے، جس طرح سے کہ ہر

انسان اپنی زندگی میں بے شمار حفاظتی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ [1]

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پولیو مہم کے عنوان سے کافروں کی طرف سے کہیں مسلمانوں کی نسل کشی وغیرہ کی سازش تو نہیں ہو رہی، تو ہم نے اس سلسلہ میں جو تحقیق کی، اس کے نتیجہ میں ہمیں اس عمل میں اس طرح کی کوئی سازش ثابت نہیں ہو سکی، کیونکہ پولیو کے قطرے تیار کرنے والا ادارہ پوری دنیا کے لئے یہ قطرے تیار کرتا ہے، جس کے دیگر ممالک ممبر ہیں، اور تقریباً تمام ممالک میں بچوں کو قطرے پلائے جانے کا عمل جاری ہے، دوسری طرف پوری دنیا میں لاکھوں لیبارٹریاں موجود ہیں، اور بے شمار دیندار اور متقی و پرہیزگار ڈاکٹر و ماہرین بھی موجود ہیں، جن کے ذریعہ سے بآسانی ان قطروں کی تحقیق ممکن ہے، ہم نے بے شمار ذرائع سے اس سلسلہ میں معلومات حاصل کیں، لیکن کسی معتبر ذریعہ سے بھی پولیو کے قطرات میں نسل کشی جیسے اجزاء کی شمولیت کی تصدیق نہ ہو سکی۔

اس لئے موجودہ حالات میں جو بعض اہلِ علم و دیندار حضرات کی طرف سے پولیو کے قطروں کے بارے میں ان کے شریعت کے خلاف یا نسل کشی کی سازش پر مبنی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے، یا اس کی تحریک چلائی جاتی ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں تشدد اور قتل و غارت گری کے واقعات جنم لیتے ہیں، ہمیں اس سے اتفاق نہیں ہے۔

کسی معصوم جان کو قتل کرنا شرعی اعتبار سے انتہائی سخت و بدترین گناہ ہے، اور ہمارے یہاں بلا تحقیق ذرا ذرا سی باتوں پر جو قتل و غارت گری کا سلسلہ چلا ہوا ہے، یہ سنگین جرم اور سخت وبال اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بلکہ غیض و غضب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

---

[1] اور زمانۂ جاہلیت میں بعض بیماریوں کو بذاتِ خود متعدی اور ایک دوسرے کو لگنے والی سمجھا جاتا تھا، جس کی احادیث میں تردید کی گئی ہے، تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''ماہِ صفر اور توہم پرستی'' ملاحظہ فرمائیں۔

مقالات و مضامین　　(جنت اور اس کی بہاریں: قسط ۷)　　مفتی محمد امجد حسین

جنت کی کہانی قرآن کی زبانی

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ. وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ. فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ (سورة المائدة، آيت نمبر ۸۳ تا ۸۵)

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں اس (کلامِ الٰہی) کو جو اترا رسول پر تو دیکھے تو (اے مخاطب!) ان کی آنکھوں کو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا حق بات کو۔ کہتے ہیں اے رب ہمارے، ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق میں سے اور توقع رکھیں اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے۔ پھر ان کو بدلے میں دیئے اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہی اور یہ ہے بدلہ نیکی کرنے والوں کا۔

شانِ نزول

یہ آیتیں شانِ نزول کے اعتبار سے نجاشی (عیسائی بادشاہ مُلکِ حبشہ) اور اس کے دربار کے ان سچے مسیحیوں کے بارے میں نازل ہوئیں، جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ [1] کی زبان سے سرِ دربار سورہ مریم کی تلاوت سن کر اتنے متأثر ہوئے کہ رو پڑے، اور پھر اپنے بادشاہ نجاشی سمیت یہ سچے اور کھرے، پاک باطن لوگ مسلمان ہو گئے۔ [1]

---

[1] مدینہ کی طرف عمومی ہجرت سے پہلے صحابہ کی ایک جماعت جس میں مردوں کے ساتھ کچھ خواتین بھی تھیں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مشرکینِ مکہ کی ایذاؤں سے چھٹکارا پانے کے لئے سمندر پار ملکِ حبشہ (جو براعظم افریقہ کا حصہ ہے، اور آج کل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان آیات بینات کے اہم نکات

ان تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں قرآن مجید کی آیات سن کر نجاشی اوراس کے ارکان پر گریہ طاری ہونے اور آنسو بہنے (اس قدر آنسو بہے کہ ان کی داڑھیاں اور مقدس صحیفوں کے اوراق جو ان کے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے، تر بتر ہوگئے) کا ذکر ہے، اہلِ علم کا اور ہر زمانے کے اہلِ حق، اہل معرفت کا، سلیم الفطرت لوگوں کا یہی شیوہ اور یہی حال رہا ہے، کہ اللہ کی آیتیں، اللہ کی باتیں سن کر وہ عموماً ہائے وائے تو نہیں مچاتے، البتہ ان پر گریہ طاری ہوجاتا ہے، ان کے آنسو بہنے لگتے ہیں، چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں بھی پچھلی امتوں کے اہلِ علم کا اسی قسم کا تذکرہ ہے کہ اللہ کی آیتیں سن کر ان پر کیا اثر ہوتا ہے۔

إِنَّ الَّـذِيـنَ أُوتُـوا الْعِلْـمَ مِـنْ قَبْـلِهِ إِذَا يُتْـلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا. وَيَـقُـولُـونَ سُبْـحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا. وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا (سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۱۰۷، تا ۱۰۹)

ترجمہ: جن کو علم ملا ہے اس سے پہلے (نزولِ قرآن سے پہلے کی آسمانی شریعتوں والے جن کو اپنی آسمانی کتابوں پر عبور حاصل تھا، یہود ونصاریٰ کے علماء) جب ان کے پاس اس (قرآن) کو پڑھیے (تو) گرتے ہیں ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں۔ اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

''ایتھوپیا'' کہلاتا ہے) کی طرف ہجرت کر گئے تھے، انہی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے حضرت جعفر طیار بھی تھے، مشرکین کی سازشیں اور شرارتیں یہاں بھی ان کے تعاقب میں پہنچیں، مشرکین کے ایک وفد نے آکر نجاشی کے سامنے مطالبہ رکھا کہ ہمارے کچھ لوگ، غلام وغیرہ بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کیا جائے، اس کے جواب میں حضرت جعفر نے دربار میں تقریر کی، اور واقعہ کی اصلیت بیان کی، اور پھر سورہ مریم کی تلاوت کی، اوپر آیت میں ''وَإِذَا سَـمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ'' سے یہی تلاوت سورہ مریم کی مراد ہے، جو حضرت جعفر کی زبان سے نجاشی اوراس کے اعیانِ دولت نے سنی، چنانچہ مشرکین کو یہاں سے نامراد ہو کر لوٹنا پڑا، اور قرآن واسلام کی قوت تاثیر نے چند بے سروسامان پردیسی مسلمانوں کے ہاتھوں عرب سے نکل کر سمندر پار افریقہ کے ایک ملک میں (اور ملک کے بھی ایوانِ شاہی میں) بھی تسخیر قلوب کا سلسلہ جاری رکھا۔

سیرت ابنِ ہشام میں ہے کہ نجاشی سورہ مریم کی آیتوں کی تلاوت سن کر (جس میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت مریم اور حضرت مسیح علیہ السلام کا تذکرہ بڑے دلآویز اور مؤثر انداز میں ہے، اور یہ سب عیسائیوں کے آئیڈیل اور ان کے انبیاء ہیں) رو پڑا، اور کہنے لگا کہ یہ مقدس کلام، اور وہ کلام جو حضرت مسیح لے کر آئے (یعنی انجیل) ایک ہی سرچشمے سے پھوٹے ہیں۔

فقـرأ عـليـه صدرا من كهيعص قالت فبكى والله النجاشى حتى أخضلت لحيته وبكت أساقفته حتى أخضلوا مـصـاحـفـهـم حيـن سـمعوا ما تلا عليهم ثم قال لهم النجاشى إن هذا والذى جاء به عيسى ليخرج من مشكاة واحدة (ابنِ هشام، بحواله ماجدى، ١/٧٥٩)

ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور مزید بڑھ جاتی ہے ان میں عاجزی۔

اسی طرح سورہ زمر کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی قرآن کی، اللہ کی آیتوں کی اس قوت تاثیر کا اور ان سعادت مند روحوں کی اثر پذیری کا ذکر ہے، جو اللہ کی خشیت کی حامل ہوں (خواہ کسی بھی زمانے کے لوگ ہوں) کہ آیات بینات کے نسخہ اکسیر پُر تاثیر سے ان کے قلوب کی تسخیر اس قوت وشدت کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس کا اثر ظاہری بدن پر بھی اس طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ انکے جسم کا رواں رواں کانپ جاتا ہے، ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اللَّـهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (سورۃ الزمر، آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب کی آپس میں ملتی جلتی، بار بار پڑھی جانے والی، بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر ہیں، یہ ہے ہدایت دینا اللہ کا۔ اس طرح اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ اس کو کوئی نہیں سجھانے والا۔ [۱]

(جاری ہے............)

---

[۱] کلامِ حق سے آبدیدہ ہو جانے کا تذکرہ توریت میں یوں ہے، سب لوگ شریعت کی باتیں سن کر روتے تھے۔ نحمیاہ۔ ۸:۹
انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام سے اس کی ترغیب وحوصلہ افزائی یوں منقول ہے:
مبارک ہو، تم جو اَب روتے، ہو، کیونکہ ہنسو گے۔ لوقا ۶:۲۱ (بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/ ۹۵۷)

Idara Ghufran

ایوانِ ادب

مفتی محمد امجد حسین

ایسی چنگاری بھی یارب! اپنی خاکستر میں تھی

یادش بخیر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ومغفور (ولادت اگست ۱۸۸۸ء وفات ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء مدفون دہلی کی بادشاہی مسجد کے سامنے) جس طرح خود انقلابی اور عبقری شخصیت تھے کہ برصغیر پاک وہند کی بیسویں صدی کے پہلے نصف (۱۹۵۸ء تک) کی علمی، ادبی، صحافتی، تحریکی اور سیاسی تاریخ (خصوصاً استخلاص و وطن کی جدوجہد) ان کے تذکرے کے بغیر ادھوری رہتی ہے، اسی طرح ان کی انقلابی دعوت کا پیامبر ہفت روزہ ''الہلال'' (کلکتہ، اجراء جولائی ۱۹۱۲ء بندش وضبطی ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء) بھی ایک انقلابی جریدہ تھا، جس نے اسلامیانِ برصغیر کی پرسکون زندگی میں حرکت واضطراب برپا کردیا تھا، جس کے نتیجے میں اس خطہ کی حیاتِ اجتماعی کے پرسکون تالاب میں بتدریج تموج اور ارتعاش پیدا ہوہوکر اس کی لہریں برٹش ایمپائر کے قصرِ استبداد کے دیوار ودر سے جاٹکرانے لگیں۔

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہہ وبالا

اب ۲۰۱۲ء اختتام پذیر ہورہا ہے، اس طرح دعوت ''الہلال'' کو ایک صدی کا عرصہ بیت گیا۔

الہلال کا جس زمانے میں اجراء ہوا یہ عالمگیر کشمکش اور اضطراب کا تمہیدی دور تھا، اس وقت دنیا ایک آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی تھی، جس کا لاوا بس پھٹا ہی چاہتا تھا، خصوصاً امت مسلمہ، اسلامی دنیا بڑے بحران کا شکار تھی، ایک طرف برصغیر کے مسلمان برٹش ایمپائر کے پنجۂ خونیں میں سسک اور تڑپ رہے تھے، دوسری طرف ترکی کی عثمانی خلافت موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھی، بلقانی ریاستوں اور طرابلس (موجودہ لیبیا) کے محاذ پر باقاعدہ معرکہ کارزار گرم تھا، اٹالین عفریت سامراجی طاقتوں کی آشیرباد پر ترکی کے ساتھ معرکہ زن وپنجہ آزما تھا، افریقہ کے سامراجی نوآبادیات، سوڈان، مراکش، الجزائر وغیرہ میں آزادی کی تحریکیں برٹش، اسپینش اور فرانسیسی سامراج کے خلاف حریت وآزادی کے راستے میں عزیمت وجانفشانی کی ایک نئی تاریخ رقم کررہی تھیں۔

''الہلال'' نے قیامت کا بگل بجایا، طرابلس وبلقان کے محاذوں پر خلافت عثمانیہ کی سپاہ اور ملت اسلامیہ ترکیہ کے سرفروش مجاہدین جانفروشی اور حریت وعزیمت کی جو داستانیں رقم کررہے تھے ''الہلال'' اس کی

لمحہ بہ لمحہ روداد قوم کو سنا رہا تھا، اور محاذِ جنگ کی رپورٹیں ابو الکلام کا سحر انگیز قلم اپنے تیکھے اسلوب میں درد و جذبات میں ڈوبے ہوئے پیرائے میں جب قوم کے سامنے پیش کرتا تو احساسات و جذبات میں ایک طلاطم برپا ہو جاتا۔ [1]

اسی دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی، اس جنگ کے خبروں کی رپورٹنگ اور استحصالی و محوری طاقتوں کی شاطرانہ چالوں اور ان کے عزائم کے متعلق بے لاگ، جرائت مندانہ تبصرے و تجزیے ''الہلال'' کی وہ سوغاتیں تھیں جس کے لئے ھند کی ملت اسلامیہ ہفتہ بھر الھلال کے لئے محو انتظار اور چشم براہ رہتی۔

اقبال کی ''بانگ درا'' میں ہی طرابلس کے مغازی میں ایک نوعمر و نوخیز بچی (۱۱ سالہ) شہیدہ ''فاطمہ بنت عبد اللہ'' جو غازیوں کو پانی پلاتی ہوئی شہید ہوئی، اسے اقبال نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے ''الہلال'' میں بھی اس کی شہادت پر اس بچی کی تصویر صفحہ خاص پر ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ء کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔

فاطمہ! تو آبروئے امت مرحوم ہے — زرہ زرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے
یہ سعادت حور صحرائی تیری قسمت میں تھی — غازیانِ دین کی سقائی تری قسمت میں تھی
یہ کلی بھی اس گلستان خزاں منظر میں تھی — ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی
فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے — نغمۂ عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں — پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں

''الہلال'' کے ۱۳ صفر ۱۳۳۱ھ، ۲۲ جنوری ۱۹۱۳ء کے شمارے میں نیاز فتحپوری مرحوم (ایڈیٹر ہفت روزہ نگار متوفی ۱۹۶۶ء کراچی) کی ایک طویل نظم شائع ہوئی۔

یہ نظم کیا تھی اسلام کے عہد رفتہ کو یاد کر کے عالم اسلام کے موجودہ حالات کا مرثیہ تھا، امت مسلمہ کی تباہ حالی کا ماتم تھا، ایسا لگتا ہے نیاز نے خون دل میں قلم ڈبو کر لکھا ہے، پڑھتے ہوئے شائد میری طرح آپ کو بھی حال اور ماضی میں کئی مماثلتیں نظر آئیں۔

---

[1] اس حوالے سے بانگِ درا میں ''حضور رسالت مآب ﷺ میں'' کے بھی عنوان سے علامہ اقبال کی ایک نظم ہے، جس کے آخری بند میں علامہ اقبال طرابلس کے محاذوں پر کفر و اسلام کے معرکہ کارزار کا یوں ذکر کرتے ہیں:

حضور ﷺ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاض ہستی میں — وفا کی جس میں ہو بو وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
جھلکتی ہے تیری امت کی آبرو اس میں — طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

شہر آشوبِ اسلام

اے زباں! تجھ سے تکلم کے طلبگار ہیں ہم
زخمِ دل تجھ سے تبسم کے طلبگار ہیں ہم
سازِ دل تجھ سے ترنم کے طلبگار ہیں ہم
اے تری آنکھوں کے قلزم کے طلبگار ہیں ہم

کر عطا ذوقِ تپش ہستی سیماب اپنی
دیدے چنگاریاں اے نالۂ بیتاب اپنی

اے مری نطق زباں! نالہ وافغاں ہوجا!
اے میری نوک قلم ہمسر پیکاں ہوجا
اے مری آہ! نکل دل سے پریشاں ہوجا
قوت ضبط فغاں جا کہیں پنہاں ہوجا

رنگ خوں آنکھ سے ٹپکے ذرا گہرا ہوکر
اَشک دامن میں جو آئے تو کلیجہ ہوکر

اے مسلمان! ہمیں تجھ سے ہزاروں ہیں گِلے
سن لے ممکن ہے کہ پھر ہمکو ملے یا نہ ملے
چمن دھر میں غنچے ترے نغموں سے کھلے
تیرے نالوں سے جبل کیا فلک وعرش ہلے

آج ہنگامہ ہستی ترا خاموش ہے کیوں؟
نغمۂ صحبت دوشینہ فراموش ہے کیوں؟

حوصلوں کا وہ کلیجہ میں تلاطم نہ رہا
آرزوؤں کا وہ سینہ میں تراکم نہ رہا
سازِ ہستی کا وہ اگلا سا ترنم نہ رہا
جرأت آموز وہ اندازِ تکلم نہ رہا

قلب میں درد کی وہ لذت پنہاں ہی نہیں
گلشن دھر میں تو زمزمہ ساماں ہی نہیں

دعویٰ الفت کا مگر درد سے پیاں توڑا
زخم رکھتے ہو مگر پھر بھی نمکداں توڑا
صید کا عزم ہے اور تیر کا پیکاں توڑا
ہو مسلمان مگر رشتۂ قرآن توڑا

ہو کے برہان کے طالب درایقاں بھولے
شیوۂ زندگی بوذرؓ و سلماںؓ بھولے

ایک مٹھی میں اگر ان کے تھی اشتر کی مہار
دوسرے ہاتھ میں رکھتے تھے برہنہ تلوار
زخمی سعی تھے پاہ درد سے سینہ تھا فگار
نشۂ بادۂ ایماں سے مگر تھے سرشار

وہ جلالت تھی وہ ہیبت تھی شتر بانوں کی
جھک گئیں گردنیں ایران کے سلطانوں کی
نطع پوشانِ عرب کا وہ پراز جوشِ فشون　　تیغ ہو جائے اگر ہاتھ میں لیں وہ عرجون
سحر تھا باتوں میں اور آنکھوں میں ان کے افسوں　　چشم ولب کی حرکت سے کیا اعداء کو زبوں
نام سے ان کے سلاطین عجم کانپتے تھے
سامنے آتے ہوئے قلب وقدم کانپتے تھے
جس طرف بڑھ گئے یوں فتح وظفر لے کے بڑھے　　جس طرح نور وضیاء ساتھ قمر لے کے بڑھے
روکا دشمن نے تو پھر اس کی خبر لے کے بڑھے　　جھک گیا کوئی تو بس لطفِ نظر لے کے بڑھے
ہل گیا ''قاف'' سنانوں سے اگر ٹکرا کر
نیل سے مل گئے پرچم بھی ادھر لہرا کر
گرز رکھے ہے وہ شانہ پر محمدؐ ثانی　　ینگچری آ گئے، جلو میں عرب وایرانی
مونچھ بل کھائے ہوئے چیں سے بھری پیشانی　　تیور ایسے کہ کریں شیر کا پتہ پانی
کہنی تک ہاتھ کھلے ان میں برہنہ شمشیر
شان وہ نیزوں کی تھا ترکِ فلک بھی نخچیر
بت مریم سے نصاریٰ کو ادھر تھی امید　　اب فلک سے کوئی ترکوں پہ بلا آئی شدید
جھانکتا ہی تھا ابھی بامِ فلک سے خورشید　　کہ ادھر نور کو ظلمت پہ ہوئی یوں تصعید
دیر معمور تھا اسلام کے جانبازوں سے
صوفیا گونج اٹھا تکبیر کی آوازوں سے
زلزلہ پڑ گیا یورپ کے کلیساؤں میں　　کھلبلی مچ گئی یونان کے داناؤں میں
آج غواص تھے تیونس کے جو دریاؤں میں　　ڈیرے کل ڈالدیئے روم کے صحراؤں میں
بجلیاں تیغ کی گر آج گریں بلقاں پر
چھا گئیں کل وہی بادل کی طرح ایران پر
سر سودازدہ میں عشق کی شوریدگی تھی　　سینہ پرداغ تھا اور قلب میں تفقید گی تھی

حوصلے دل میں تھے اور روح میں بالید گی تھی جس طرف دیکھئے اسلام کی روئید گی تھی
شعلہ توحید کا ہر دل میں بھڑک جاتا تھا
کفر تک نامِ خدا سن کے پھڑک جاتا تھا

وہی ترک ہیں بلقان میں اب یوں پامال خستگی روح میں اعضا میں تھکن دل میں ملال
چہرے سب سرخ ہیں اور خون سے یوں کپڑے لال ڈال دے ہولی میں جس طرح کوئی رنگ گلال
سیل خونِ شہدا سے ہوا صحرا دریا
پَٹ گیا لاشوں سے اور بن گیا دریا صحرا

ہو گئے قتل مکیں اور مکاں ہیں مسمار جس طرف دیکھیے لاشوں کا لگا ہے انبار
بوڑھے ہیں ذبح جدا قتل الگ ہیں بیمار ہے زمیں خون خواتین عرب سے گلنار
گردنیں بچوں کی اور آہنی شمشیریں آہ
کیسی خاموش ہوئیں بولتی تصویریں آہ

سن کے یہ سینہ میں بے چین جگر ہو کہ نہ ہو خونفشانی کا محل دیدۂ تر ہو کہ نہ ہو
اپنے اعضا کی جراحت کی خبر ہو کہ نہ ہو اپنے انجام پہ کچھ تجھ کو نظر ہو کہ نہ ہو
نہ سہی یہ بھی مٹیں ترک تو کچھ فکر نہیں
شمع فاراں مگر ڈر ہے نہ بجھ جائے کہیں

نہ تیرے نالے میں اب کچھ شرر افشانی ہے رجز ہے وہ نہ وہ اندازِ حدی خوانی ہے
نہ ترے سینۂ صد چاک کی عریانی ہے نہ جنوں کی تری وہ سلسلہ جنبانی ہے
تو بھلا بیٹھا غضب لذت دلسوزی کو
بیقراری کو، مذاق تپش اندوزی کو

کیف کی اب نہ رہی آنکھ میں سرخی باقی نہ وہ رفتار میں ہے لغزش مستی باقی
بزم میں ساقی نہ اب بادہ صافی باقی ہے فقط تذکرۂ جام و صراحی باقی
محفل عشرت دوشینہ کا افسانہ ہے
بازی بادِ سحر کو پر پروانہ ہے

مقالات ومضامین

مولانا محمد ناصر

شخصیات اورحالات کے اعتبار سے سلام کرنے کے آداب

احادیث وروایات میں شخصیات، حالات اورلوگوں کی تعداد کے اعتبار سے سلام کرنے کے آداب میں فرق بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

لِیُسَلِّمِ الصَّغِیْرُ عَلَى الْكَبِیْرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَى الْكَثِیْرِ (بخاری، رقم الحدیث ۶۲۳۴، باب تسلیم الصغیر علی الکبیر، مسند احمد، واللفظ لہٗ، رقم الحدیث ۸۱۶۲) [۱]

ترجمہ: چھوٹے کوچاہئے کہ بڑے کوسلام کرے،اورگزرنے والے کوچاہئے کہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے،اورکم (لوگوں) کوچاہئے کہ زیادہ کوسلام کریں (بخاری،مسند احمد)

اورحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’سوار پیدل چلنے والے کوسلام کرے،اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کوسلام کرے‘‘۔ [۲]

اورحضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک (فرد) دو(افراد) کو سلام کرے،اور پیدل چلنے والا کھڑے ہوئے کوسلام کرے،اورکھڑاہوا بیٹھے ہوئے کوسلام کرے۔ [۳]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ چھوٹے کو چاہئے کہ بڑے کوسلام کرے،اورکم لوگوں کو چاہئے کہ زیادہ کو سلام کریں،چنانچہ ایک فردکو چاہئے کہ دوافرادکوسلام کرے،اورسوارکوچاہئے کہ پیدل چلنے والے کوسلام کرے،اور پیدل چلنے والے کوچاہئے کہ بیٹھے یا کھڑے ہوئے کوسلام کرے،اورکھڑے ہوئے آدمی

---

[۱] فی حاشیۃ مسند احمد: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

[۲] أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللَّـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى المَاشِي، وَالمَاشِي عَلَى القَاعِدِ، وَالقَلِيلُ عَلَى الكَثِيرِ (بخاری، رقم الحدیث ۶۲۳۲، باب تسلیم الراکب علی الماشی، واللفظ لہٗ؛ ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۰۳)

[۳] یسلم الصغیر علی الکبیر، ویسلم الواحد علی الاثنین، ویسلم القلیل علی الکثیر، ویسلم الراکب علی الماشی، ویسلم المار علی القائم، ویسلم القائم علی القاعد (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، رقم الحدیث ۲۲۱، واللفظ لہٗ؛ مسند ابن الجعد، رقم الحدیث ۲۹۶۲)

کو چاہئے کہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ کی روایت میں احادیث میں بیان کردہ مذکورہ تفصیل کے بعد یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَمَنْ أَجَابَ السَّلَامَ كَانَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يُجِبْ، فَلَا شَيْءَ لَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٦٦٦، واللفظ لهٗ؛ الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ١٠٢٩) ١

ترجمہ: پس جس نے سلام کا جواب دیا، تو یہ (عمل) اُس کے لیے (دین، دنیا دونوں کے لحاظ سے) فائدہ مند ہے، اور جس نے جواب نہ دیا، تو اُس کے لیے کوئی فائدہ نہیں (مسند احمد) ٢

مذکورہ احادیث وروایات میں مختلف حالات والے افراد کے لیے ایک دوسرے کو سلام کرنے کے آداب بتلائے گئے ہیں، البتہ دو ایک جیسی حالت والے افراد کے بارے میں احادیث میں ہے کہ اُن میں سے جو بھی سلام کرنے میں پہل کرے گا، وہی افضل اور بہتر ہوگا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالْمَاشِيَانِ جَمِيعًا أَيُّهُمَا بَدَأَ بِالسَّلَامِ فَهُوَ أَفْضَلُ (عمل اليوم والليلة لابن السنی، باب سلام الماشيين إذا التقيا، ابن حبان، رقم الحديث ٤٩٨، ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ الْمَاشِيَيْنِ إِذَا بَدَأَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِالسَّلَامِ كَانَ أَفْضَلَ عِنْدَ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا) ٣

ترجمہ: اور دو اکٹھے پیدل چلنے والوں میں سے جو بھی سلام کرنے میں پہل کرے گا، وہی افضل ہوگا (ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ)

اور حضرت محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ، فَإِذَا الْتَقَيَا بَدَأَ خَيْرُهُمَا

(مصنف ابنِ ابی شیبہ، رقم الروایۃ ٢٦٣٨٩، فی الراكب يسلم على الماشی)

---

١ فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات.

٢ عن عبد الرحمن بن شبل، رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يسلم الراكب على الراجل، ويسلم الراجل على القاعد، ويسلم الأقل على الأكثر، فمن أجاب السلام فهو له، ومن لم يجب السلام فليس منا (عمل اليوم والليلة لابن السنی، رقم الحديث ٢١٠)

٣ فی حاشية ابن حبان: رجاله ثقات.

ترجمہ: سوار پیدل چلنے والے کوسلام کیا کرے، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کوسلام کیا کرے، پس جب یہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں تو ان میں سے جو بہتر ہے، وہ (سلام کرنے میں) پہل کرے (ابن ابی شیبہ) [1]

اوراگرکبھی مذکورہ آداب کے مطابق مثلاً چھوٹا بڑے کوسلام نہ کرے،اور بڑا چھوٹے کوسلام کرلے،تب

---

[1] مذکورہ احادیث روایات کی تشریح میں محدثین نے فرمایا ہے کہ چھوٹے کے لیے بڑے کوسلام کرنے کاحکم دیے جانے میں بڑے کی عظمت اورتوقیر کی رعایت کی گئی ہے، اوراس طرح کرنے سے چھوٹے میں تواضع اور عاجزی پیدا ہوگی، نیز سلام کرنے میں محبت کا اظہار بھی ہے،اس لیے بھی مناسب یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کوسلام کرکے اپنی محبت کا اظہار کرے۔

اورتھوڑے افراد کی جماعت کے لیے زیادہ افراد کی جماعت کوسلام کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ ممکن ہے کہ زیادہ افراد کی جماعت میں بزرگ اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوں، نیز زیادہ افراد کا حق، اُن کی عزت، اکرام اورادب بھی اسی میں ہے کہ کم افراد کی جماعت اُنہیں سلام کرے۔

اوراگرراستے میں سواراور پیدل چلنے والے کی ملاقات ہوجائے تو ادب یہ ہے کہ سوار پیدل چلنے والے کوسلام کرے؛اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ سوار کے دل میں سواری کے حاصل ہونے اور بلند سواری پر بیٹھے ہونے کی وجہ سے یہ خیال پیدا نہ ہوکہ وہ پیدل چلنے والے سے افضل ہے، نیز سوار کا پیدل کوسلام کرنا پیدل شخص کواپنی طرف سے ہرطرح کے خوف سے امن کا پیغام دینا بھی ہے۔

اسی طرح پیدل چلنے والے کی اگرکسی بیٹھے ہوئے شخص سے ملاقات ہوجائے تو ادب یہ ہے کہ پیدل چلنے والا اپنے سے کمزور حالت میں موجود یعنی بیٹھے ہوئے شخص کوسلام کرے۔

عن أبى هريرة -رضى الله عنه -(قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :(يسلم الراكب على الماشى) أى :تواضعا حيث رفعه الله بالركوب، ولئلا يظن أنه بهذا خير من الماشى (والماشى على القاعد) كذلك (والقليل على الكثير) أى: للتواضع المقرون بالاحترام والإكرام المعتبر فى السلام، مع أن الغالب وجود الكبير فى الكثير، وسيأتى أن الصغير يسلم على الكبير، مع أن الكثير قد يعتبر فى معنى الكبير، وأيضا وضع السلام للتودد، والمناسب فيه أن يكون للصغير مع الكبير، وللقليل مع الكثير بمقتضى الأدب المعتبر شرعا وعرفا، نعم لو وقع الأمر بالعكس تواضعا، فهو مقصد حسن أيضا قال الماوردى: إنما استحب ابتداء السلام للراكب، لأن وضع السلام إنما هو لحكمة إزالة الخوف من الملتقيين إذا التقيا أو من أحدهما فى الغالب، أو لمعنى التواضع المناسب لحال المؤمن، أو لمعنى التعظيم، لأن السلام إنما يقصد به أحد الأمرين : إما اكتساب ود أو استدفاع مكروه .قال الطيبى :فالراكب يسلم على الماشى، وهو على القاعد للإيذان بالسلامة وإزالة الخوف، والكثير على القليل للتواضع، والصغير على الكبير للتوقير والتعظيم .قلت :أما التواضع ففى الكل موجود ولو انعكس الوجود، ولذا قالوا :ثواب المسلم أكثر من أجر المجيب، مع أن فعل الأول سنة وفعل الآخر فرض، فلا بد من ملاحظة معنى آخر فى الترتيب المقدم فتدبر (مرقاة، كتاب الآداب، باب السلام)

جَاءَ بِهِ الْحَدِيثُ مِنْ تَسْلِيمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِي وَالْقَائِمِ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلِ عَلَى الْكَثِيرِ وَفِي كِتَابِ الْبُخَارِيِّ وَالصَّغِيرِ عَلَى الْكَبِيرِ كُلُّهُ لِلِاسْتِحْبَابِ فَلَوْ عَكَسُوا جَازَ وَكَانَ خِلَافَ الْأَفْضَلِ (شرح النووى، كِتَاب السَّلَامِ، بَاب يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ)

بھی کوئی حرج نہیں، اور کیونکہ سلام کرنا عبادت اور ثواب کا کام ہے، لہٰذا ایسے موقع پر بڑے کو سلام کی سنت نہیں چھوڑنی چاہئے، پھر جب مثلاً بڑا آدمی چھوٹے کو سلام کرے گا، تو چھوٹے کو بھی اس سے تعلیم حاصل ہوگی، اور یہ چھوٹوں کی اصلاح کا ذریعہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۷۲۴) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس تشریف لائے، اور وہ (بچے) کھیل رہے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو سلام کیا (مسند احمد)

مجلس میں پہنچتے اور رخصت ہوتے وقت سلام کرنا

سلام کرنے کے مذکورہ آداب اس صورت میں ہیں، جبکہ دو مختلف حالتوں والے یا ایک جیسی حالت والے افراد کی باہم ملاقات ہو، لیکن اگر کوئی شخص کسی مجلس میں آئے، یا کسی مجلس سے اُٹھ کر جائے، تو ایسی صورت میں بہرحال ادب یہی ہے کہ مجلس میں آنے والا یا مجلس سے جانے والا سلام کرنے میں پہل کرے، چاہے آنے والا چھوٹا ہو یا بڑا، تھوڑے افراد ہوں یا کم۔ [۲]

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا انْتَهٰى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ، فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقُوْمَ، فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ (ابوداؤد،

---

[۱] إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشيه مسند احمد)

[۲] عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يسلم الراكب على الماشي، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير "وفي رواية للبخاري "يسلم الصغير على الكبير، والماشي على القاعد، والقليل على الكثير "قال أصحابنا وغيرهم من العلماء :هذا المذكور هو السنة، فلو خالفوا فسلم الماشي على الراكب أو الجالس عليهما، لم يكره، صرح به الإمام أبو سعد المتولي وغيره، وعلى مقتضى هذا لا يكره ابتداء الكثيرين بالسلام على القليل، والكبير على الصغير، ويكون هذا تركا لما يستحقه من سلام غيره عليه، وهذا الأدب هو فيما إذا تلاقى الاثنان في طريق، أما إذا ورد على قعود أو قاعد، فإن الوارد يبدأ بالسلام على كل حال، سواء كان صغيرا أو كبيرا، قليلا أو كثيرا، وسمى أقضى القضاة هذا الثاني سنة، وسمى الأول أدبا وجعله دون السنة في الفضيلة (الاذكار النووية، باب في آداب ومسائل من السلام)

رقم الحدیث ۵۲۰۸، ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۰۶، أَبْوَابُ الِاسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ ، بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَعِنْدَ الْقُعُودِ، ابنِ حبان، رقم الحدیث ۴۹۳) ۱

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو اُسے سلام کرنا چاہئے، پھر جب (مجلس سے) اُٹھنے کا ارادہ ہو، تو اُسے (دوبارہ) سلام کرنا چاہئے، اس لیے کہ پہلے (سلام) کا مرتبہ دوسرے (سلام) سے زیادہ نہیں (بلکہ پہلا اور دوسرا دونوں سلام ہی سنت ہیں) (ابوداؤد)

اور حضرت سہل بن معاذ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

حَقٌّ عَلٰى مَنْ قَامَ عَلٰى مَجْلِسٍ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَحَقٌّ عَلٰى مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسٍ أَنْ يُسَلِّمَ فَقَامَ رَجُلٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَكَلَّمُ فَلَمْ يُسَلِّمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۶۱۵، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۴۰۸؛ شعب الایمان، رقم الحدیث ۸۴۶۲) ۲

ترجمہ: جو آدمی کسی مجلس میں آئے، اس پر (مجلس والوں کا) حق ہے کہ وہ اُن (مجلس میں موجود لوگوں) کو سلام کرے، اور جو آدمی کسی مجلس سے اُٹھ کر جانے لگے، اُس پر (بھی مجلس والوں کا) حق ہے کہ وہ سلام کرے، رسول اللہ ﷺ ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے کہ ایک آدمی (مجلس سے) اُٹھ کر چل دیا، اور سلام نہیں کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آدمی کتنی جلدی

---

۱ قال الترمذی: هَـذَا حَـدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وقال المنذری: رواه أبوداود والترمذی وحسنه (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۴۰۹۸)

وقال الألبانی: قلت :و إسناده جيد ، رجاله كلهم ثقات (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت رقم الحديث ۱۸۳)

۲ فی حاشية مسند احمد: اسناده ضعيف.

وقـال الهيثـمی: رَوَاهُ أَحْـمَـدُ وَالطَّبَرَانِيُّ، وَفِيهِ ابْنُ لَهِيعَةَ وَزَبَّانُ بْنُ فَائِدٍ، وَقَدْ ضُعِّفَا، وَحُسِّنَ حَدِيثُهُمَا (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۲۷۵۷، بَابُ السَّلَامِ عَلَى مَنْ أَتَى جَمَاعَةً أَوْ فَارَقَهُمْ)

وقـال المناوی: قال الهيثمی :فيـه ابـن لهيـعة وريـان بن فائد وقد ضعفا انتهى وأقول تعصيبه الجناية برأسهما وحدهما غير حسن مع وجود من هو أوهى منهما (فيض القدير للمناوی، تحت رقم حديث ۳۷۴۹)

وقال الالبانی: قلت :و هذا سند ضعيف ، و لكن لا بأس به فی الشواهد (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت حديث رقم ۱۸۳)

Idara Ghufran

بات بھول گیا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مجلس میں پہنچنے، یا مجلس سے رخصت ہونے کے وقت مجلس والوں کو سلام کرنا چاہئے۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے، اسی طرح رخصت ہونے کے وقت بھی سنت طریقہ یہی ہے کہ سلام کر کے رخصت ہوا جائے، رخصت ہونے کے وقت سلام کے بجائے اللہ حافظ یا خدا حافظ جیسے الفاظ کہنا اگرچہ جائز ہے، لیکن اس سے سلام کی سنت ادا نہیں ہوتی۔

اور ایک روایت میں مجلس والوں کو سلام کرنے کا عظیم الشان فائدہ بتلایا گیا ہے، چنانچہ حضرت معاویہ بن قرۃ رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت قرۃ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

يَا بُنَيَّ إِنْ كُنْتَ فِي مَجْلِسٍ تَرْجُوْ خَيْرَهُ فَعَجِلَتْ بِكَ حَاجَةٌ فَقُلْ: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ فَإِنَّكَ تَشْرَكُهُمْ فِيْمَا أَصَابُوْا فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ (الادب المفرد للبخاری، رقم الحديث ۱۰۰۹، باب حق من سلم إذا قام، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۲، حلية الاولياء، جزء۲، صفحه ۳۰۱) [1]

ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے! اگر آپ کسی مجلس میں (سے) اُس مجلس کی خیر (اور بھلائی حاصل کرنا) چاہو، اور کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کو (مجلس سے) جلدی جانا پڑ جائے، تو آپ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہہ دو، اس طرح سے مجلس والوں نے اُس مجلس سے جو خیریں (اور بھلائیاں) حاصل کی ہوں گی، آپ بھی اُن خیروں (اور بھلائیوں) میں شریک ہو جاؤ گے (ادبُ المفرد)

مذکورہ روایت سے کسی مجلس کی خیر حاصل کرنے کا طریقہ یہ معلوم ہوا کہ اُن مجلس والوں کو سلام کر لیا جائے۔

---

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی، ورجاله رجال الصحيح غير بسطام بن مسلم وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۷۶۰، باب فيمن سلم على قوم وهم فی خير أو غيره)

وقال المنذری: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ مَوْقُوفا هَكَذَا وَمَرْفُوعًا وَالْمَوْقُوف أصح (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ۴۱۰۰)

وقال الالبانی: و إسناده صحيح ، رجاله كلهم ثقات ، و هو و إن كان موقوفا ، فهو فی حكم المرفوع لأنه لا يقال من قبل الرأی، لاسيما وغالبه قد صح مرفوعا، فطرفه الأول ورد فی حديث أبی هريرة هذا، والآخر ورد من حديثه أيضا (السلسلة الصحيحة الكاملة، تحت حديث رقم ۱۸۳)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

شراب اور نشہ کے دنیاوی اور دینی نقصانات (قسط۹)

نشہ کرنے کی تمام صورتیں حرام ہیں

نشہ خواہ کسی بھی طرح کے مشروب اور شراب سے اور کسی بھی طریقے سے کیا جائے، جبکہ اس سے مقصود نشہ کرنا ہو، جس سے عقل متاثر ہو جائے، تو وہ بہر حال حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۲)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر پینے والی چیز جو نشہ لائے، تو وہ حرام ہے (بخاری)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ شَرَابًا يُصْنَعُ بِأَرْضِنَا يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ مِنَ الشَّعِيْرِ، وَشَرَابٌ يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ مِنَ الْعَسَلِ، فَقَالَ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسلم، رقم الحدیث ۱۷۳۳ "۷۰"، بخاری، رقم الحدیث ۶۱۲۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے علاقہ کی طرف بھیجا، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے علاقے میں ایک شراب جَو سے بنائی جاتی ہے جسے مزر کہا جاتا ہے اور ایک شراب شہد کی بنائی جاتی ہے جسے بتع کہا جاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے (مسلم، بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنْ جَيْشَانَ، وَجَيْشَانُ مِنَ الْيَمَنِ، فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهُ بِأَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ، يُقَالُ لَهُ: الْمِزْرُ، فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أَوَ مُسْكِرٌ هُوَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ :عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۰۲ ”۷۲“)

ترجمہ: جیشان سے ایک آدمی آیا اور جیشان یمن کا ایک شہر ہے، تو اس آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں معلوم کیا کہ جو اُن کے علاقوں میں لوگ پیتے تھے، اور وہ شراب جَو سے تیار ہوتی تھی، اس شراب کو مزر کہا جاتا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ شراب نشہ لانے والی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ والی چیز حرام ہے کیونکہ یہ اللہ کا اس آدمی کے لئے وعدہ ہے کہ جو آدمی نشہ والی چیز پیے گا، تو اسے اللہ تعالیٰ طینۃ الخبال پلائیں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں کا پسینہ (مسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسلم، رقم الحديث ۲۰۰۳ ”۷۳“، مسند احمد، رقم الحديث ۴۶۴۵)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے، اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (مسلم، مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ (مسند احمد، رقم الحديث ۴۸۳۰)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز شراب ہے، اور ہر شراب حرام ہے (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :كُلُّ مُخَمِّرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

(سنن أبی داوٗد، رقم الحدیث ۳۶۸۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر (عقل پر) پردہ ڈالنے والی شراب ہے، اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (ابوداؤد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْخَمْرَ، وَالْمَيْسِرَ، وَالْكُوْبَةَ "، وَقَالَ : كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۶۲۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر شراب، جوّا اور کوبہ (باجا، طبل) کو حرام قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ، وَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (سنن ابی داود، رقم الحدیث ۳۶۸۵، واللفظ لہٗ، مسند احمد، رقم الحدیث ۶۷۳۸)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوّے اور کوبہ (باجا، طبل) اور غبیرا (یعنی مخصوص قسم کی شراب) سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " : كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۵۳۹، واللفظ لہٗ، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۳۴۰۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَفَّتَةِ، وَقَالَ " :كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۲۱۹۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزفت (شراب بنانے کے مخصوص برتن) سے منع کرتے

Idara Ghufran

ہوئے فرمایا کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے (مسند احمد)

اور اس مضمون کی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے صحابۂ کرام سے مروی ہیں کہ جن کے پیشِ نظر بعض محدثین نے ان کو متواتر کا درجہ دیا ہے۔ [۱]

البتہ ان میں سے بعض روایات کی سندوں پر کلام بھی ہے، مگر وہ دوسری صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے نقصان دہ نہیں ہے۔ [۲]

---

[۱] (كل مسكر حرام) -. أورده فى الأزهار من حديث عائشة وأبى موسى وابن عباس وأبى هريرة وابن عمر وابن مسعود ومعاوية ابن أبى سفيان وأنس وعمر وخوات بن جبير وزيد بن ثابت وقيس ابن سعد وأبى سعيد وقرة بن إياس أربعة عشر نفساً.
(قلت) ورد أيضاً من حديث ابن عمرو بن العاص وجابر بن عبد الله وعلى وأم مغيث وغيرهم ونقل المناوى وغيره عن السيوطى أنه متواتر وفى فيض القدير فى حديث اجتنبوا ما أسكر قال ابن حجر وفى الباب نحو ثلاثين صحابياً وأكثر الأحاديث عنهم جياد اهـ.
وفى شرح الموطأ للزرقانى فى الكلام على حديث كل شراب أسكر حرام ما نصه وقد ورد لفظ هذا الحديث ومعناه من طرق عن أكثر من ثلاثين من الصحابة مضمونها أن المسكر لا يحل تناوله اهـ.
وقال على القارى فى شرحه لمسند أبى حنيفة ما نصه وأما حديث كل مسكر حرام فكاد أن يكون متواتراً رواه أحمد والشيخان وأبو داود والنسائى وابن ماجه عن أبى موسى وأحمد والنسائى عن أنس وأحمد وأبو داود والنسائى وابن ماجه عن ابن عمر وأحمد والنسائى وابن ماجه عن أبى هريرة وابن ماجه عن ابن مسعود اهـ.(نظم المتناثر، تحت رقم الحديث ١٦٥)

[۲] بعض حضرات نے ابنِ معین کے حوالہ سے کلُّ مسکر حرام حدیث پر طعن نقل کیا ہے، لیکن بعد کے محدثین نے اس طعن کی تردید فرمائی ہے۔

قوله :كل مسكر حرام .قال صاحب الهداية :إن ابن مَعِين قدحَ فى هذه الجُملة .قال الزيلعى :لم أجد قدحَ ابن مَعِين، ومر عليه الحافظ، وقال :إن الحافظ جمال الدين الزَّيْلعى أكثرُهم تتبُّعاً، وهو يعترف بأنه لم يجد قدحَ ابن معين .وأقول أنا أيضاً :لم أجد قدحَ ابن معين، نعم، قدحُ إبراهيم النَّخَعى موجود فى كتاب الآثار لمحمد بن الحسن، إلا أنى رأيت فى مسند الخوارزمى، وله مهارةٌ كاملة، واطلاع تام، وفيه نقل قدحَ يحيى بن مَعِين، لكنه لم يذكر مأخذه ولو ذكره لكان أولى وأفيد .انتهى مع تغيير فى العبارة، وتخريج للأحاديث واعلم أن مسألة المسكرات عسيرة جداً من حيث تواترَ الأحاديث فى جانب الجمهور، فليس لنا للتأويله مساغٌ إلا بنوع من التَّمحل، ولذا أعرض عنها الشيخ، وقد كان نبهنا فى درس الترمذى على أنه تعرض إليها الفاضل شهاب الدين أحمد، المعروف بابن عبد ربه الأندلسى فى كتابه العقد الفريد فلم يتفق لنا المراجعة إليه، حتى حان تسويد هذه الأوراق، وحينئذ أردنا أن نأتيك بملخص منه، فإنَّه قد أطال فيه الكلام، ونتحفك منه بقدر ما يتعلق بموضوعنا إن شاء الله تعالى.(فيض البارى، ج٧، ص ١١١)

ہمیں ابنِ معین سے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک خاص سند پر جرح دستیاب ہوئی، جس سے معلوم ہوا کہ ابنِ معین نے مطلق اس حدیث یا اس متن پر طعن نہیں فرمایا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی بھی طریقے سے اور کسی بھی قسم کی شراب سے نشہ کرنا حرام ہے۔

البتہ بعض احکام (مثلاً حد جاری ہونے یا دوا، علاج معالجہ کی غرض سے خرید وفروخت اور پاکی وغیرہ) کے اعتبار سے بعض قسموں اور صورتوں میں فرق ممکن ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

لہٰذا کسی بھی طرح کی شراب سے نشہ کرنا اور کسی بھی طریقے سے نشہ کرنا جائز نہیں، اور سخت گناہ ہے۔

(کذافی: الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸ ص۳۵۷، ۳۵۸، مادة "طلاء"، وج۵ ص۱۹، مادة "الاشربة"، ردالمحتار، ج۳، ص۶۵۱، کتاب العتق، البحرالرائق، ج۸، ص۲۴۷، کتاب الاشربة، رد المحتار، ج۴، ص۴۲، کتاب الحدود، و ج۶ ص۴۵۵، کتاب الاشربة، ج۴ ص۴۲، باب حد الشرب للمحرم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سمعت يحيى يقول يحدث عبد الله بن وهب المصرى عن بن جريج عن أيوب بن هانء عن مسروق عن عبد الله عن النبى صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام قال يحيى هذا فى كتب بن جريج مرسل فيما أظن ولكن هذا حديث ليس يساوى شيئا قدم أيوب بن هانء هذا وكان ضعيف الحديث لا أدرى أين يحيى قال قدم (تاريخ ابن معين للدورى، ج۲، ص۳۷۱)

مقالات ومضامین

مفتی منظور احمد

تجارت انبیاء وصلحاء کا پیشہ (قسط۱۴)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ جو امام اور علم اہل مدینہ کے لقب سے مشہور ہیں اور حدیث، فقہ اور اجتہاد میں بلند مقام رکھتے ہیں، فقہ مالکی کے موجد شمار کیے جاتے ہیں، علم وعمل، فقہ واجتہاد میں اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود ان کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔

چنانچہ علامہ ابن القاسم فرماتے ہیں کہ امام مالک پاس چارسو دینار تھے جن وہ تجارت کیا کرتے تھے اور اس سے اپنی ضروریات اور کو پورا کیا کرتے تھے، امام مالک کے بڑے بھائی نظر بن انس بھی تاجر تھے وہ روئی کی تجارت کرتے تھے امام مالک بھی بچپن میں ان کے ساتھ مل کر روئی کی تجارت کیا کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی تجارت کا مقصد جہاں اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کی ضروریات کو پورا کرنا تھا وہاں ان کا ایک اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار اور لوگوں کے سامنے علماء کے وقار اور وجاہت ثابت کرنا تھا تا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں علماء ہمارے دست نگر ہیں، چنانچہ امام مالک اوڑھنے پہننے میں انتہائی نفاست پسند تھے بشر بن حارث کے مطابق وہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہتے تھے، روزانہ کپڑے تبدیل کرتے تھے بڑے اعلیٰ اور باریک کپڑے استعمال کرتے تھے، انتہائی اعلیٰ قسم کی خوشبو لگا لیتے تھے، گھر کے اندر شاہانہ طرز کے غالیچے بچھے ہوئے ہوتے اور تکیے لگے ہوئے ہوتے تھے، وہ اور ان کے ساتھی شاہانہ مسندوں پر جلوہ گر ہوتے تھے، روزانہ گوشت کھاتے تھے، گرمی میں شکر اور سردی میں شہد کا مشروب پیتے تھے، پھلوں میں کیلا پسند کرتے تھے۔

امام مالک یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت دی ہو اس کا اس پر اثر ضرور دکھائی دینا چاہیے خاص کر اہل علم کو اس کا ضرور خیال کرنا چاہیے (ترتیب المدارک وتقریب المسالک، للقاضی عیاض، ج۱ ص۲۹، ۳۰، ۵۶)

حضرت شقیق بلخی بہت بڑے عابد وزاہد اور صوفی بزرگ تھے، ان پیشہ بھی تجارت تھا وہ ابتداءً نصاریٰ کے ممالک میں تجارت کرتے تھے، ایک مرتبہ نصاریٰ کے باشاہ نے ان سے کہا آپ کو آتے جاتے ہوئے کتنی مدت لگتی ہے؟ انہوں نے کہا تین ماہ آنے میں لگتے ہیں، تین ماہ سامان خریدنے میں، تین ماہ جانے میں

اور تین ماہ بیچنے میں لگتے ہیں بادشاہ کہنے لگا کہ پورا سال تو اسی میں لگ جاتا ہے تو آپ اپنے رب کی عبادت کب کرتے ہیں، اس کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے تجارت کو بالکل چھوڑ دیا اور مکمل طور پر اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر دیا (تفسیر حقی، سورۃ البقرۃ ج۱ص۵۰۰)

امام محمد بن سیرین بہت بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور مجتہد گذرے ہیں، دیگر علوم میں بالعموم اور خواب کی تعبیر میں ان کو بہت بلند مقام حاصل تھا، حتی کہ ان کو خواب کی تعبیر میں امامت کا درجہ حاصل ہے، ان کا پیشہ بھی تجارت تھا وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے غلام تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کتابت کا معاہدہ کیا تھا جس میں کئی ہزار طے ہوئے تھے کہ وہ اتنے ہزار کی رقم حضرت انس کو ادا کر دیں تو آزاد ہیں چنانچہ انہوں نے تجارت شروع کی اور طے شدہ مدت سے پہلے انہوں نے رقم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی تو حضرت انس نے وقت سے پہلے لینے سے انکار کیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت خلیفہ تھے ان کے سامنے مقدمہ پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس کو رقم وصول کرنے کا حکم دیا اور وہ آزاد ہو گئے۔

ابن سیرین کا تجارت اور بازار میں جاتا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے اور دعوت الی اللہ کا ذریعہ تھا لوگ ان کو دیکھ کر اللہ کو یاد کرتے تھے، ابوعوانہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین کو بازار میں دیکھا، ان کو جو بھی بازار میں دیکھتا اسے اللہ تعالیٰ یاد آجاتے تھے۔

محمد بن سیرین کی تجارت اعلی درجے کا تقوی پایا جاتا تھا وہ تجارت کرتے تھے لیکن ذرا سے شبہے بھی اپنے آپ کو بچاتے تھے اور حضور اقدس ﷺ نے شبہات سے بچنے کا جو حکم دیا ہے اس پر مکمل طور پر عمل کرتے تھے، انہوں نے مشتبہ مال سے مکمل طور پر اپنے آپ کو محفوظ کا ہوا تھا، چنانچہ ہشام بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین کو تجارت کرتے ہوئے دیکھا جب ان کو کسی چیز میں شک ہو جاتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے منونیا (ایک گاؤں کا نام ہے) سے ایک سودا خریدا جس میں قریب تھا کہ ان کو اسی ہزار کا نفع ہو لیکن ان کو ربا کا شبہ ہو گیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا، ہشام کہتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ ربا بالکل نہیں تھا۔ ابن ہشام لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ ابن سیرین نے چالیس ہزار کی رقم ایک ایسی چیز کی وجہ سے قربان کی جس کی آج کل تم لوگ کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

آج دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر ربا کو حلال قرار دینے اور سود پر مشتمل کاروبار کو متعدد دور دراز کے حیلوں

Iqra Ghufran

بہانوں سے حلال کرنے والوں کے لیے ابن سیرین کا یہ عمل ایک سنہری مثال ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ ڈر سے صرف ربا نہیں بلکہ ربا کے شبہ کی وجہ اس دور کے اسی ہزار کے نفع کو قربان کر دیا۔

ابن سیرین کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ انہوں نے چالیس ہزار درہم کا زیتون کا تیل خریدا اور ایک مشکیزے میں چوہا مرا ہوا پایا تو ابن سیرین نے اس احتمال کی وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ چوہا وہاں گر کر مرا ہو جہاں تیل نکالا جاتا ہے اور یہ ناپاک تیل لوگوں کو بیچوں گا تو گناہ ہو گا، اس سارے تیل کو گرا دیا جس کی وجہ سے مقروض ہوئے اور اس قرضے کی وجہ سے قرض خواہوں نے ان کو قید کر دیا تھا، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھے یہ آزمائش تیس سال پہلے کے کیے ہوئے ایک گناہ کی وجہ سے ہوئی ہے وہ یہ کہ میں نے ایک فقیر شخص کو فقیری کی عار دلائی تھی کہ تو فقیر ہے۔ ابن سیرین یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے شہرت کی وجہ سے بڑے بڑے حضرات کی صحبت کو چھوڑا اب لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ ابن سیرین کو دیکھو کہ اس نے لوگوں کا مال کھایا ہوا ہے (کیونکہ ان پر لوگوں کا قرض تھا)

اس سے ایک تو ابن سیرین کی انتہائی حزم اور احتیاط ثابت ہوتی ہے کہ وہ تجارت میں کتنی احتیاط سے کام لیتے تھے، دوسرے ان پر جو آزمائش آئی اسے اپنی کسی غلطی کی طرف منسوب کیا کسی دوسرے کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جس کا مطلب یہ کہ وہ خود احتسابی سے کام لیتے تھے، تیسرے کسی غریب اور فقیر کی حقارت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا بدلہ انسان کو زندگی میں ملتا ہے، چوتھے ان کی عاجزی انکساری اور شہرت اور نام ونمود سے نفرت ثابت ہوتی ہے۔

علامہ ابن سیرین کی تجارت کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ معاملہ بالکل صاف رکھتے تھے اس میں کسی قسم کا ابہام، دھوکہ یا گاہک پر زبردستی نہیں کرتے تھے، بلکہ چیز گاہک کے سامنے پیش کر کے اسے دکھاتے اور تین مرتبہ اس کی رضامندی پوچھتے پھر دو گواہ بنا کر وہ چیز اسے بیچتے تھے، چنانچہ میمون بن مہران فرماتے ہی کہ میں کوفہ روئی خریدنے کے لیے آیا تو ابن سیرین کے پاس پہنچ کر میں نے روئی کا بھاؤ تاؤ کیا، وہ جب مجھے روئی کی کوئی قسم بیچتے تو مجھ سے تین مرتبہ یہ پوچھتے کیا آپ اس سودے پر راضی ہیں میں ہاں میں جواب دیتا تو پھر وہ دو گواہ بلا کر اس پر گواہ بناتے پھر وہ مجھے دیتے تھے، وہ ملاوٹ اور کھوٹ والے سکوں سے خرید وفروخت نہیں کرتے تھے جب میں نے ان کے اس ورع اور تقوے کو دیکھا تو میں نے اپنی تمام ضروریات انہی سے خریدنا شروع کر دیں، یہاں تک کہ روئی کے لفافے بھی انہی سے خرتا تھا۔

ابن عون فرماتے ہیں کہ اگر ابن سیرین کے پاس کوئی کھوٹا یا ملاوٹ والا سکہ ہوتا تو اس سے کوئی چیز نہیں خریدتے تھے بلکہ اسے اپنے پاس ہی رکھ لیتے تھے، چنانچہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے پاس ایسے پانچ سو درہم جمع تھے (سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج۴ ص ۶۱۵)

ہشام بن ابی عبداللہ الدستوائی بہت بڑے محدث، بلکہ محدثین ان نے کو حدیث میں امام تسلیم کیا ہے، عبداللہ بن مبارک، شعبہ اور یحیٰ بن القطان جیسے جلیل القدر محدثین کے حدیث میں استاد ہیں، ان کا پیشہ بھی تجارت تھا وہ کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے، ان کو دستوائی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دستوا اُہواز کے علاقے کا ایک چھوٹا سا شہر ہے وہ وہاں سے سوتی کپڑا لاکر بیچا کرتے تھے اس کی تجارت کی نسبت سے ان کو دستوائی کہا جاتا ہے (حوالہ بالا: ج۷ ص۱۴۹)

مورق العجلی کبار تابعین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام کے شاگرد ہیں، بڑے عابد زاہد اور متوکل شیوخ میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کا پیشہ بھی تجارت تھا، اور اپنا خرچ اپنے سر کے نیچے رکھتے تھے تا کہ بوقت ضرورت کسی کی محتاجی نہ ہو، لیکن تجارت کے ساتھ ان کے دل میں مال کی حرص اور محبت نہیں تھی، بلکہ وہ مال کو کھلے دل سے لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے، جعفر بن سلیمان فرماتے ہیں کہ مورق تجارت کرتے تھے اور مال کماتے تھے لیکن جمعہ آنے سے پہلے ہی وہ سارا مال لوگوں میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔

وہ خود فرماتے ہیں کی میرے پاس کبھی اتنا مال جمع نہیں ہوا جس پر زکاۃ واجب ہوتی ہے۔ کسی دوست کے پاس آتے اور چار پانچ سو رکھوا کر چلے جاتے بعد میں جب اس سے ملاقات ہوتی تو کہتے مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے تم ان کو جیسے چاہو کر سکتے ہو۔ جمیل بن مرۃ فرماتے ہیں وہ ہمارے پاس آتے اور کہتے کہ ہمارا یہ رقم کا تھیلا اپنے پاس رکھ لو اگر تمہیں ضرورت پڑے تو اسے خرچ کر لینا پھر وہ اسے لینے ہمارے پاس نہیں آتے تھے (حوالہ بالا: ج۴ ص۳۵۴، حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج۲ ص۲۳۶)

ابو جعفر عیسی بن ہامان رازی نوے کی دہائی کے اندر جب کچھ صحابہ باقی تھے، صحابہ کا آخری دور تھا اس میں پیدا ہوئے، عطا بن اَبی رباح، عمرو بن دینار، قتادہ اور ربیع بن انس وغیرہ سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ اور رے کے رہنے والے تھے، وہاں کے بڑے عالموں میں شمار ہوتے ہیں، ان کا پ پیشہ اور ذریعہ معاش بھی تجارت اور کاروبار تھا (حوالہ بالا: ج۷ ص۳۴۶)

(جاری ہے......)

مسجد میں داخل ہوتے اور مسجد سے نکلتے وقت کی دعا

حضرت ابوحمید یا حضرت ابواُسید سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو، تو اُسے یہ کہنا چاہئے کہ:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ. ترجمہ: اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

اور جب مسجد سے نکلے تو اُسے یہ کہنا چاہئے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ . ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

(مسلم، رقم الحدیث ۶۸ "۷۱۳"، باب مایقول إذا دخل المسجد)

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت کی ایک دوسری دعا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے، تو یہ کہتے کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ.

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، اور رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے، اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

اور جب مسجد سے نکلتے تو یہ کہتے کہ:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ، وَافْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ فَضْلِكَ.

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ، اور رسولُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام ہو، اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف کر دیجئے، اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے۔

Idara Ghufran

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دعا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتو اُسے یہ کلمات کہنے چاہئیں، اور پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرنا چاہئے، وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے داخل ہونے کی بھلائی اور نکلنے کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں، اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ کے نام سے ہی ہم نکلے، اور اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا جو کہ ہمارا ربّ ہے (ابوداؤد، رقم الحدیث ۵۰۹۶، باب ما یقول الرجل إذا دخل بیتہ؛ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۴۵۲)

اور حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک لمبی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

وَرَجُلٌ دَخَلَ بَیْتَہُ بِسَلَامٍ فَھُوَ ضَامِنٌ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ " (ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۴۹۴؛ السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر ۱۸۵۳۸)

ترجمہ: اور وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کرتے ہوئے داخل ہو، تو اُس کی ضمانت (وحفاظت) اللہ عزوجل کے ذمہ ہے (ابوداؤد)

سفر میں بلندی پر چڑھتے اور پستی کی طرف اُترتے وقت کا ذکر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:•

كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا، وَإِذَا هَبَطْنَا سَبَّحْنَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۴۵۶۸، واللفظ لهٗ؛ بخاری، ۲۹۹۳)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے، تو جب ہم اوپر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے، اور جب ہم نیچے اُترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے (مسند احمد؛ بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفر کا ارادہ رکھنے والے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَالتَّكْبِيرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۸۳۱۰؛ ترمذی، رقم الحديث ۳۴۴۵، ابواب الدعوات، باب ما يقول اذا ودع انسانا)

ترجمہ: میں آپ کو اللہ سے ڈرنے کی اور ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے اللہ اکبر کہنے کی وصیت کرتا ہوں (مسند احمد؛ ترمذی)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لشکر جب کسی بلندی پر چڑھتے، تو اللہ اکبر کہتے، اور جب پستی کی طرف اُترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے (ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۵۹۹؛ الدعوات الکبیر للبیہقی، رقم الحدیث ۴۶۳)

جلے ہوئے پر دَم

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے ایک ہانڈی لی، تو میرا ہاتھ جَل گیا، میری والدہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاتھ پر (اپنا ہاتھ) پھیرنے لگے، اور مجھے یہ نہ سمجھ میں آیا کہ آپ کیا فرمارہے ہیں، کیونکہ میں چھوٹا تھا، اس لئے میں نے اپنی والدہ سے پوچھا، تو انہوں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ:

أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ

ترجمہ: تکلیف کو دُور فرمایئے، لوگوں کے رب! اور شفاء دیجیے، آپ ہی شفاء دینے والے ہیں، آپ کی شفاء کے علاوہ کوئی شفاء نہیں (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۲۷۶)

اور ایک روایت میں مذکورہ دعا مندرجہ ذیل الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مروی ہے، اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کا دَم کرتے ہوئے زبان مبارک سے کچھ تھوک بھی ڈال رہے تھے۔

أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ

ترجمہ: تکلیف کو دُور فرمایئے، لوگوں کے رب! شفاء دیجیے، آپ ہی شفاء دینے والے ہیں، آپ کے علاوہ کوئی شفاء دینے والا نہیں (سنن کبریٰ نسائی، حدیث نمبر ۹۹۴۴)

Idara Ghufran

بسلسلہ :تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: چھٹی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۰ھ: میں حضرت ابوبکر عبدالغفار بن محمد بن حسین بن علی بن شیرویہ بن علی شیروی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۲۴۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۱ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ابی عمرو عبدالوہاب بن ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہ عبدی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۳۹۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۲ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن علی بن ابنوسی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۲۷۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۵ھ: میں حضرت ابوعلی حسن بن احمد بن حسن بن محمد بن علی بن مہرہ اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۳۰۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۶ھ: میں حضرت ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف بغدادی یوسفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۳۸۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۱۷ھ: میں حضرت ابونہشل عبدالصمد بن ابی الفوارس احمد بن فضل عنبری تمیمی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۴۸۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۲۱ھ: میں حضرت ابوسعید محمد بن موسیٰ بن فضل بن شاذان صیرفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۷ ص۳۵۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۲۵ھ: میں حضرت ابوالمواہب احمد بن محمد بن عبدالملک بن ملوک بغدادی وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۵۸۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۲۷ھ: میں حضرت ابوسعید محمد بن قاضی احمد بن محمد بن صاعد صاعدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج۱۹ ص۵۹۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۲۸ھ: میں حضرت ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن احمد واسطی بغدادی شروطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۲۰ ص۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۳۱ھ: میں حضرت ابو محمد طاہر بن سہل بن بشر بن احمد بن سعید اسفرائینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۵۹۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۳۶ھ: میں حضرت ابو الکرم نصر اللہ بن محمد بن محمد بن مخلد بن احمد بن خلف ازدی واسطی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۶۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۳۷ھ: میں حضرت ابو عبد اللہ حسین بن علی بن احمد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۳۰)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۳۸ھ: میں حضرت ابو الوفاء غانم بن احمد بن حسن بن محمد بن علی اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۹۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۳۹ھ: میں حضرت ابو منصور سعید بن محمد بن عمر بن رزاز شافعی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۶۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۲ھ: میں حضرت ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن علی ابنوسی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۶۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۳ھ: میں حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن محرز غنوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۷۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۴ھ: میں حضرت ابو الحسن علی بن سلیمان بن احمد مرادی شقوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۱۸۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۶ھ: میں حضرت ابو نصر عبد الرحمٰن بن عبد الجبار بن عثمان بن منصور ہروی فامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۹۸، تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص ۷۰، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۷۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۹ھ: میں حضرت ابو نصر مظفر بن علی بن محمد بن محمد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۸۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۴۹ھ: میں حضرت ابو العشائر محمد بن خلیل بن فارس قیسی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۹۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵۵۰ھ: میں حضرت ابو القاسم سعید بن شیخ ابو غالب احمد بن حسن بن احمد بن بنا بغدادی حنبلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰ ص ۲۶۵)

Idara Ghufran

علم کے مینار

مفتی محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

عمر خیام ایک عظیم مگر مظلوم فلسفی و ریاضی دان (قسط ۱۰)

خیام کی شراب

خیام کی شراب جو اس کی خمریہ رباعیات کے شیشے میں جھلکتی ہے، بڑی متنازعہ چیز اور بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ پہلی الجھن اور پیچیدگی اس میں یہ ہے کہ بہت سے دوسرے شاعروں کی رباعیاں اس باب میں خیام کے کھاتے میں ڈال دی گئیں، اب تمیز کیسے کی جائے کہ خیام کی واقعی رباعیات کون سی ہیں، اور الحاقی مال کون سا ہے؟ [۱]

دوسری اُلجھن یہ ہے کہ اس کی شراب صوفیوں اور خدا پرستوں والی شراب یعنی معرفت کی شراب ہے؟ (جیسے صاحبِ دل اللہ والوں کے کلام میں شراب سے مراد اللہ کی محبت ووارفتگی اور جذب وشوق کی کیفیات ہوتی ہیں) یا رندو بدمست، بادہ نوشوں والی یہ ظاہری شراب خانہ خراب، اُمّ الخبائث، مراد ہے؟

کیونکہ خیام کے بعد کے زمانوں میں اس آزاد منش بادہ نوش طبقے نے خیام کا جو نقشہ اس کی خمریہ رباعیات کے تناظر میں پیش کیا ہے، اور اسے اپنی آوارگی و آزاد منشی کے لئے سند و دستاویز بنایا ہے، اس کی رو سے خیام ایک رند و آزاد منش شخص ہے، دنیا، آخرت سود و زیاں، گناہ و ثواب، جزاء و سزا ہر چیز کی فکر و پابندی سے آزاد جو رات دن مست و بے خود پڑا رہتا ہے، اِدھر اُدھر کچھ جام، صراحیاں، اور شراب نوشی کے ظروف و آلات بکھرے پڑے ہیں، سرمستی و بے خودی کے عالم میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے، وہی اس کی رباعیات کہلاتی ہیں، اس حوالے سے پچھلے زمانوں میں خیام اتنا بدنام رہا ہے کہ شراب خانوں کے دروازوں پر اور شراب کے ظروف و آلات اور جام و صراحی پر نشے سے سرشار خیام کی خیالی و فرضی تصاویر بنی ہوتی تھیں، خیام کی یہ خیالی تصویر گویا کہ شراب خانوں اور شراب کے برتنوں کا عرصے تک مونوگرام اور لیبل رہا ہے (ہمارے پاس موجود کتاب خیام کے اندرونی ٹائٹل پر بھی اسی طرح کی تصویر بنی ہوئی ہے)

---

[۱] مغربی فاضل ژوکووسکی نے خیام کی ۸۲ مشکوک رباعیوں کی نشاندھی کی ہے کہ ان کا خیام کا کلام ہونا مشکوک اور محلِ نظر ہے، ان میں ۳۳ رباعیات خمریہ ہیں، یعنی شراب کے متعلق ہیں (یام ۳۷۸)

اس کے برخلاف کئی صاحبِ دل لوگوں، صاحبِ حال بزرگوں سے خیام کی خمریہ رباعیاں مختلف مواقع پر حسبِ موقع پڑھنے کا ذکر سوانح میں ملتا ہے، سید صاحب نے اپنے مقالہ میں اس کے نمونے پیش کیے ہیں، تو یہ صوفیاء وصاحبِ دل لوگ شراب معرفت، شراب حقیقت، شراب محبت کے معانی میں خیام کی رباعیاں لیتے تھے۔

ایک احتمال سید صاحب نے ان خمریہ رباعیات میں ''شراب اخلاص'' کا بھی پیدا کیا ہے کہ جس طرح سعدی وحافظ وغیرہ صوفی شعراء نے دنیا پرست اور نام ونمود وشہرت کے دلدادہ علماء ومشائخ کے جبہ و دستار، سجادہ وتسبیح اور عباؤں قباؤں کی ظاہری دینداری کی نمائش پر طنز وتعریض کرتے ہوئے اس کے مقابلے میں گمنامی اور اخلاص اور سادگی وانکساری کو شیشہ وگلاس، جام وصراحی اور شراب وغیرہ رندی کے ظاہری لوازمات کے پردے میں بیان کیا ہے، اسی طرح خیام کی رباعیات میں بھی شراب اور جام وصراحی سے مراد باطنی پاکیزگی اور اخلاص ہے، دنیا اور اسبابِ دنیا، عہدہ، جاہ ومنصب، مال ومنال سے بے نیازی اور ان چیزوں کی بے وقعتی کے جذبات واحساسات اور باطنی کیفیات ہیں۔

آخری احتمال جو ہمارے خیال میں سب سے قوی ومضبوط اور خیام کی شخصیت اور اس کے عہد کے تناظر میں خیام کے حسب حال ہے، وہ درج ذیل ہے۔

شرابِ حقیقت

شراب اور اس کے لوازمات اور بے خودی وجوش ومستی والی وہ کیفیات جو خیام کی خمریہ رباعیوں میں بھری ہوئی ہیں، ان سے مراد یہ ہے کہ اس عالم ناسوتی کی کشاکش وتغیر، فنائیت وبے ثباتی، دنیا اور موجودہ دنیوی زندگی کے مصائب ومسائل، فلسفہ اور عقلی علوم وتجربات کی پیچیدگیاں اور شکوک وشبہات، آخرت اور جزاء وسزا کا خوف، موت کا ہر وقت دھڑکا جو زندگی کی خوش گواریوں کو تلخ کردینے والی ہے، ان سب چیزوں کا علاج اور حل ایک خاص قسم کی روحانی سرمستی ومدہوشی اور رضا بالقضاء کی شراب ہے کہ نہ ہمارے غور وفکر اور کوشش وسعی سے نظامِ قدرت اور سلسلۂ موجودات کی اور معاش ومعاد کی کوئی بڑی الجھن سلجھ سکتی ہے نہ کوئی پیچیدگی دور ہوسکتی ہے، دنیا میں ہزاروں بادشاہ، ملکوں کے فاتح، فوجوں کے کماندان، لشکروں کے سپہ سالار، رزم وبزم کے شناور، فلاسفہ، شعراء، مفکر، دانش ور، رہبر وھادی، آتے رہے، زندگی کی الجھنوں کو سلجھاتے رہے، لیکن ہر سلجھاؤ کی پشت پر ایک نیا الجھاؤ وبکھیڑا رونما وبے نقاب ہوتا رہا ہے، یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے، اور تا قیامت جاری رہے گا۔

اس لئے زندگی کے ان ہنگاموں، کائنات کی ان دردسریوں، معاش ومعاد کے ان خطرات وسانحات سے کنارہ کش ہوکر، ماضی ومستقبل سے بےغم ہوکر اپنے باطن میں ڈوب جاؤ، اپنی ہستی کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوکر بےخودی کے عالم میں کھو جاؤ، اور ایک وجود مطلق جو سب موجودات کی اصل ہے (فلاسفہ کی اصطلاح میں علت العلل) اس سے لو لگاؤ، کہ اس کے وجود کے علاوہ سب موجودات خیالی وموہوم ہیں، ان کی تعیینات اور ہیکل وقالب وقتی وعارضی ہیں، جن کو کوئی ثبات نہیں، بےخودی اور روشن ضمیری کی اسی حالت کو خیام شراب اور نشے ومستی سے تعبیر کرتا ہے۔

خیام کے خیال میں یہ سب کائناتی سلسلہ ہائے رنگ وبو، اور تغیرات وانقلابات ایک ہی وجود مطلق کی صورت گریاں اور اس کے مختلف جلوے ہیں، جو لباس بدل بدل کر کائنات کے اسٹیج پر رنگا رنگ، نباتات، جمادات، حیوانات کے قالب میں ڈھل ڈھل کر آتے ہیں، اور چار روزہ بہار جانفزا دکھلا کر کملا جاتے ہیں، اور پھر انہی کے عنصری اجزائے پریشاں سے نئے سانچے، نئے قالب میں مخلوقات کی نئی صورت گری ہوتی ہے، یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے، اس وجود مطلق کو وہ شراب سے کنایہ کرتا ہے، خود سید صاحب نے خیام کی بادہ پیمائی کی یہ توجیہ بھی کی ہے۔

(جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء (حکایات از روض الریاحین شیخ یافعی رحمہ اللہ۔ قسط:۶) مفتی محمد امجد حسین

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات و حالات اور ہدایات و تعلیمات کا سلسلہ

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ [1] کے ایک پیروکار سے منقول ہے کہ:
میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ اکڑ کر (ایک مستانہ چال کے ساتھ) چل رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ یہ کیسی چال (چلنے کا انداز) ہے؟ فرمایا کہ یہ دار السلام (جنت) میں خدام کی چال ہے، میں نے پوچھا، حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا، میری مغفرت فرمائی، اور سونے کے جوتے مجھے پہنائے گئے، اور ارشاد ہوا کہ یہ بدلہ ہے، اس قول کا جو تم نے کہا تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے، حادث نہیں ہے، اور حکم ہوا کہ جنت میں جہاں چاہو، چلو پھرو۔

سفیان ثوری کی بہشتی پرواز

میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سفیان ثوری [2] کے دو سبز پر ہیں، اور وہ ایک درخت سے دوسرے درخت پر اُڑتے پھرتے ہیں، اور یہ آیت تلاوت کرتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (سورۃ الزمر، آیت نمبر ۷۴)

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں تو (اچھے) عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے!

---

[1] امام اہل السنۃ، الصابر فی المحنۃ احمد بن حنبل الشیبانی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ وفات ربیع الاول ۲۴۱ھ، فقہ میں اہلِ سنت کے امام ہیں، اور آپ کی فقہ حنبلی اہلِ سنت کے چار فقہی مذاہب میں سے ایک ہے، اسی طرح عقائد اور کلام میں بھی معتزلہ کے مقابلے میں اہلِ سنت کے امام ہیں، خصوصاً خلقِ قرآن کے مسئلہ میں جب آپ نے جان پر کھیل کر سنت راستے کا اور سلفِ صالحین کے طریقے کا دفاع کیا، اور اہلِ سنت کے مذہب کو محفوظ کیا، تو آپ عقیدے کے اس مسئلہ میں خاص طور پر اہلِ سنت کے امام ٹھہرے، فقہ حنبلی کے حاملین عقائد کے معاملے میں امام احمد بن حنبل کے ذوق اور طریقے کی غیر معمولی پابندی کرتے تھے، تو حید اور خلقِ قرآن کے مسئلہ میں تو بعض دفعہ یہ حنابلہ غلو کی حدوں کو چھونے لگتے تھے، جن کو "جہلۃ الحنابلہ" کے نام سے اہلِ علم نے یاد کیا ہے۔

[2] سفیان ثوری متوفیٰ ۱۶۱ھ محدث، امام، صوفی، مجتہد، فقیہ۔

میں نے پوچھا عبدالواحد ورّاق کی کیا خبر ہے؟ [1]

فرمایا میں نے انہیں دریائے نور میں نور کی کشتی پر سوار ہو کر حق تعالیٰ کی زیارت کرتے ہوئے پایا ہے۔

میں نے پوچھا بشر حافی کا کیا حال ہے۔ [2] کہنے لگے، واہ! واہ! ان کی طرح کون ہو سکتا ہے؟

میں نے انہیں اس حال میں پایا کہ حق تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہیں، اور فرما رہے ہیں کہ اے شخص! تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا مرتبہ ہے؟ اے وہ شخص! جو پیتا نہ تھا، اب پی لے، اے وہ شخص! جو کھاتا نہ تھا، اب سیر ہو کر کھالے (دنیا میں ہماری عبادت وریاضت کی وجہ سے فقر وفاقے کئے، مجاہدے کئے، اب جنت کے شراب طہور اور ثمرات وفواکہہ سے شادکام ہو)

ایک اور بزرگ سے منقول ہے، وہ فرماتے تھے میں نے معروف کرخی کو دیکھا، [3] گویا وہ عرش کے نیچے ہیں،

---

[1] شائد عبدالواحد بن زید متوفی ۱۷۰ھ مراد ہیں، اولیائے امت میں ان کا پایہ نہایت بلند ہے، خواجہ حسن بصری (متوفی ۱۱۰ھ) کے بعد زہد وسلوک میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ امام وکیع امام مسلم اور ابوسلیمان دارانی جیسے محدثین نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے، امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) سے بھی آپ نے فیض پایا ہے، آپ کے خلفاء میں خواجہ فضیل بن عیاض جیسے ائمہ تصوف ہوئے ہیں۔

[2] بشر بن حارث بن عبدالرحمٰن بن عطاء المروزی (۱۵۲ھ، ۲۲۷ھ) امام، محدث اور صوفی ہیں، بشر حافی کے نام سے معروف ہیں، عظیم محدث اور راوی علی بن حشرم ان کے چچازاد بھائی (یا ماموں) ہیں، شریک، حماد بن زید، ابوالاحوص جیسے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں، محدثین نے ان سے روایت لی ہے، ابتداء میں آزاد منش تھے، جام ومینا سے شغل رکھتے تھے، ولایت پر فائز ہونے کلا واقعہ عجیب ہے، ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک کاغذ پڑا ملا، جس پر بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی، آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے ادب سے بلند جگہ پر رکھا، اسی رات کسی اللہ والے کو خواب میں یہ حکم ملا کہ بشر حافی سے کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی جو عزت کی، اس کی وجہ سے ہم تمہیں نہایت بلند مراتب عطا کریں گے، دو تین رات یہ خواب اس درویش نے دیکھا تو آپ کی تلاش میں نکلے، آپ شراب خانے میں نشے سے چور پڑے ہوئے تھے، یہ پیغام آپ کو دیا گیا، وہاں سے سچی توبہ کر کے نکلے، اور پھر مجاہدے وریاضتیں کر کے قربت کے انتہائی مقامات طے کئے، ایک دفعہ حالت وجد میں یہ آیت سامنے آئی:

والارض فرشناها فنعم الماهدون (سورة الذاريات، رقم الآية ۴۸)

(ہم نے زمین کو فرش بنایا، پس ہم کیا اچھے بچھانے والے ہیں)

محبت میں جھوم گئے، کہ یہ زمین میرے رب کا شاہی فرش ہے، اس کے بعد جوتا پہننا چھوڑ دیا، ننگے پاؤں پھرتے تھے۔

[3] ابو محفوظ معروف الکرخی البغدادی (متوفی ۲۰۰ھ) ان کے والدین نصرانی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بچپن میں ہی ہدایت سے نوازا، سلیم الفطرت تھے، والدین نے زرا سمجھدار ہونے پر مکتب میں بھیجا، استاد عیسائی عقیدے کے مطابق ان کو تثلیث کہلواتا تھا، یہ توحید کہتے تھے، نتیجۃً گھر بھی چھوڑنا پڑا۔ حضرت داؤد طائی سے کسبِ فیض کیا، حضرت سری سقطی آپ کے مرید وخلیفہ ہیں، جو حضرت جنید بغدادی کے ماموں اور ان کے مرشد ہیں، اہلِ سنت کے تصوف کے تین سلسلوں قادری، سہروری، نقشبندی، کے سلسلۃُ الذہب میں یہ چاروں سنہری کڑیاں شامل ہیں، یعنی تینوں سلسلوں کے شجرۂ طریقت میں جنید بغدادی پھر اس سے اوپر سری سقطی، اس سے اوپر معروف کرخی اس سے اوپر داؤد طائی کا نام آتا ہے۔ البتہ یہ واضح رہے کہ نقشبندیوں کا معروف شجرہ جو حسن بصری رحمہ اللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وساطت کے بغیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اس میں یہ نام نہیں آتے، گویا کہ نقشبندیوں کے شجرہ کے ابوالقاسم القشیری (۴۶۵ھ) صاحب ''عوارف المعارف'' سے اوپر دو لڑیاں چلتی ہیں، ایک لڑی یہی جو ہم نے ذکر کی، جو کہ قادریہ اور سہروردیہ کے موافق ہے، دوسری لڑی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی۔

اورحق سبحانہٗ وتعالیٰ فرشتوں سے فرمارہے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، آپ خوب جانتے ہیں، اے پروردگار! فرمایا، یہ معروف کرخی ہیں، جو میرے نشۂ محبت میں مست ومدہوش تھے، اور میرے دیدار کے بغیر انہیں ہوش نہیں آئے گا۔

ربیع بن سلیمان علیہ الرحمہ [۱] کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی [۲] علیہ الرحمہ کو خواب میں بعداز مرگ دیکھا، میں نے عرض کیا، اے ابوعبداللہ! اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا، مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر چمکتے دمکتے، لشکارے مارتے تازہ موتی نچھاور کیئے گئے۔

ایک اور بزرگ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابواسحاق شیرازی [۳] کو بعد وفات خواب میں دیکھا، کہ نہایت سفید لباس اوڑھے، تاج پہنے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ لباس کیسا ہے؟

---

۱ ربیع بن سلیمان امام شافعی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں، رحلہ امام شافعی کے راوی۔

۲ ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ھاشم بن مطلب بن عبد مناف قرشی، مطلبی، ھاشمی رحمہ اللہ (کمانقلہ تلمیذہ ربیع بن سلیمان مراری، تاریخ بغداد، ۲/۵۷)

آپ اہلِ سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں، کروڑوں مسلمان آپ کی فقہ یعنی آپ کی بیان کردہ قرآن وسنت کی تشریح کے مطابق دین پر عمل کرتے ہیں، اعلیٰ نسب ھاشمی قرشی، عربی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نسب ہیں، آپ کے اجداد میں سے سائب بن عبید غزوۂ بدر میں (کفار کے لشکر میں تھے) گرفتار ہوئے، فدیہ دے کر آزاد ہوئے اور پھر مسلمان ہوگئے، یہ ان کی اولوالعزمی تھی کہ فدیہ ادا کرنے کے بعد آزادی پاکر، اپنے اسلام کا اظہار کیا، آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں غزۂ (فلسطین) میں ہوئی (دوسری روایت میں آپ کا مقامِ پیدائش عسقلان، تیسری میں یمن بیان ہوا ہے) بعد میں (غالباً دو سال کی عمر میں) والدہ کے ہمراہ مکہ معظّمہ منتقل ہوئے، آپ یتیم تھے، آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے (حالتِ حمل میں) خواب دیکھا کہ مشتری ستارہ ان کے جسم سے نمودار ہوا، اور مصر میں گرا، جس کی روشنی ہر شہر میں پہنچی، تعبیر ظاہر ہے کہ امام شافعی کی فقہ اور آپ کے علم کو مصر میں قبولِ عام حاصل ہوا، مصر میں آپ کا مذہب خوب پھیلا، پھر مصر سے دنیا جہان میں پھیلا، آج بھی عالَمِ اسلام کے مختلف مما لک میں اور دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان موجود ہیں، ان میں سے کافی تعداد میں مسلمانانِ اہلِ سنت آپ کے فقہی مذہب کے پیروکار ہیں، تعلیم کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہی مکتب کی تعلیم سے ہوا، سات سال کی عمر میں قرآن مجید مع تفسیر ومعانی کے حفظ کرلیا تھا، دس سال کی عمر میں موطا امام مالک یاد کرلی تھی (جس پر فقہ مالکی کی پوری عمارت کھڑی ہے) بچپن میں تعلیم کے حصول کے علاوہ تیراندازی اور گھوڑ سواری سیکھنے میں بھی گہری دلچسپی لی، یہاں تک کہ ماہر نشانہ باز بنے اور جہاد کے ان فنون میں اتنے ماہر ہوئے کہ تیراندازی اور شہ سواری کے موضوع پر ''کتاب السبق والرمی'' لکھی۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور فقہ حنفی کے شارح وترجمان امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمہ سے بھی تحصیلِ علم کیا (جامع بیان العلم وفضلہ، ج۱، ص۹۹)

۳ ابواسحاق شیرازی (متوفیٰ ۴۷۶ھ) شافعی اشعری، اشعری علم الکلام کے امام، متکلم الاسلام، جنہوں نے اپنے علم وفضل سے پانچویں صدی ہجری میں دنیائے اسلام کی قیادت کی، مدرسہ نظامیہ بغداد کے رئیس المدرسین (پرنسپل، چانسلر) تھے، عباسی خلیفہ مقتدی باللہ نے آپ کو سلجوقی بادشاہ ملک شاہ کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، تو آپ بغداد سے نیشاپور اس شان کے ساتھ پہنچے کہ جس شہر سے گزرتے، شہر کا شہر ان کے استقبال کے لئے امڈ آتا، جوشِ عقیدت میں لوگ ان کے پاؤں کے نیچے کی مٹی اُٹھالیتے، نیشاپور پہنچے تو پورا نیشاپور ان کے استقبال کے لئے اُمڈ آیا۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فرمایا یہ عبادت کی بزرگی (صورتِ مثالی) ہے، میں نے پوچھا، اور تاج؟ فرمانے لگے یہ علم کی بزرگی (صورتِ مثالی) ہے (عبادت اور علم میں جو اِن کا مقام تھا، وہ جنت میں سفید نورانی لباس اور تاجِ جنت کی صورت میں ظاہر ہوا)

شیخ ابوالحسن شاذلی [۱] علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے حضور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیمات پر امام غزالی علیہ الرحمہ [۲] کے متعلق مباہات کی (جتلایا) کہ کیا تمہاری امتوں میں بھی کوئی اس پائے کا، اس مرتبے کا عالم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ امام الحرمین علامہ جوینی (متوفیٰ ۴۶۸ھ اشعری امام، متکلم وقت امام غزالی کے استاد) ان کا غاشیہ (ڈولی؟) اپنے کاندھے پر رکھے خادم کی طرح ان کے آگے چلتے، اور فرماتے، مجھے اس پر فخر ہے (تفصیل کے لئے دیکھیے، تاریخ دعوت و عزیمت، ج۱)

[۱] ابوالحسن علی بن محمد الشاذلی متوفیٰ ۹۳۹ھ دعاؤں اور مناجات کا مشہور و معروف مجموعہ ''حزب البحر'' انہی کا جمع کردہ ہے، جو سمندری سفر میں (یہ حج کا سفر تھا، مصر سے بحری جہاز سے قافلہ چلا تھا، آپ بھی اس قافلہ میں تھے) طوفان آنے پر جب جہاز ڈوبنے کا خطرہ ہوا، اور لوگ آہ و فریاد، شور و بکا، دعاء و زاری میں ڈوب ڈوب گئے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ مؤثر مناجات اور دعائیں القاء والہام کیں، اور پھر ان دعاؤں و مناجات کے مجموعے کو وہ قبولیت ملی کہ اس وقت سے اب تک تصوف کے سلسلوں میں وِرد اور وظیفہ کے طور پر پڑھا جاتا ہے، اور باقاعدہ مشائخ طریقت سے اس کی اجازت لی جاتی ہے۔

لیکن یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ خواہ بزرگوں کے جمع کردہ اس طرح کے اوراد و وظائف میں کتنی بھی تاثیر اور فائدہ ہو، لیکن ان کا وہ درجہ اور مقام نہیں ہوسکتا، جو مسنون دعاؤں کا ہے۔

آپ تصوف میں ایک مستقل سلسلہ رکھتے ہیں، سلسلۂ شاذلیہ جو افریقہ میں خوب پھلا پھولا، اور صدیوں تک لاکھوں کروڑوں لوگ اس سلسلہ کے فیض سے فیضیاب ہوئے۔

[۲] ابوحامد زین الدین محمد الغزالی الشافعی متوفیٰ ۵۰۵ھ فقیہ، متکلم، فیلسوف اسلام، صوفی باصفا، ولی کامل، مجدد زمانہ۔

وھو قطب الوجود والبركة الشاملة لكل موجود، يتقرب الى الله تعالىٰ به كل صديق ولايبغضه الا ملحد اوزنديق (آثار الاحسان، ۱/۲۱۶)

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

”آبِ حیات“

پیارے بچو! تم نے آبِ حیات کے بارے میں سُنا ہوگا، آبِ حیات کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ ایسا پانی ہے کہ اگر کوئی اس کو پی لے، تو کہا جاتا ہے کہ وہ ایک لمبے عرصے تک زندہ رہتا ہے۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو آبِ حیات پی لے، تو وہ قیامت تک زندہ رہتا ہے، کیونکہ آب کے معنیٰ پانی کے ہیں، اور حیات کے معنیٰ زندگی کے ہیں، تو آبِ حیات کے معنیٰ ہوئے ”زندگی والا پانی“

مگر بچو! آبِ حیات کے بارے میں جتنی شہرت ہے، اس کو حاصل کرنا اور اس کو پانا اتنا آسان نہیں، اسی وجہ سے اس پانی کو تلاش کرتے کرتے بہت سے لوگ دنیا میں بھٹک بھٹک کر مَر گئے، لیکن انہیں یہ پانی نہیں مل سکا، ویسے بھی اگر ایسا پانی دنیا میں موجود بھی ہو تو اس کا پتہ چلانا اس لیے بھی مشکل ہے کہ صورت شکل سے اس پانی کو پہچاننا مشکل ہے۔

بچو! تمہارا بھی دل کرتا ہوگا کہ تمہیں بھی آبِ حیات مِل جائے، اور تم بھی ہمیشہ زندہ رہو۔

تو آج ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ اصلی آبِ حیات کسے کہتے ہیں، اور تم آبِ حیات کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔

تو سُنو!

ایک بزرگ نے کسی آدمی سے اُس کے عقل مند ہونے کا امتحان لینے کے لیے کہا کہ فلاں ملک میں ایک پہاڑ ایسا ہے جس کے نیچے سے ایک پانی کا چشمہ نکل رہا ہے، جس کا نام آبِ حیات ہے، اور جو آدمی بھی اُس چشمے سے پانی پی لیتا ہے، وہ کبھی نہیں مَرتا۔

یہ بات بادشاہ کو بھی معلوم ہوگئی، بادشاہ نے جب یہ بات سُنی تو اُس کے دل میں لالچ آیا کہ کسی طرح اُس چشمے کا پانی ضرور حاصل کرنا چاہیے۔

اُس چشمے کی تلاش کے لیے بادشاہ نے اپنے ایک سمجھدار ملازم کو اُس ملک میں بھیجا، ملازم نے اس ملک میں پہنچ کر چشمے کی تلاش شروع کر دی، شروع شروع میں تو ملازم خفیہ طریقے سے چشمے کی تلاش میں رہا، تاکہ کسی اور کو اُس چشمے کا پتہ نہ چل جائے، لیکن اسی حال میں بہت عرصہ گزر گیا، کہیں سے بھی چشمے کا پتہ نہ چلا۔

آخرکار اُس نے لوگوں سے آبِ حیات کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا، وہ جس سے بھی پوچھتا کہ

آبِ حیات کا چشمہ کہاں ہے؟ تو ہر ایک اُس کا مذاق اُڑاتا، اور یہ جواب دیتا کہ آبِ حیات کو صرف پاگل اور دیوانے لوگ ہی تلاش کرتے ہیں، اور یہ کسی کو نہیں ملا کرتا۔

جب وہ ملازم بہت تھک گیا، اور مایوس ہو گیا کہ آبِ حیات نہیں مل سکتا، تو اُس نے واپس اپنے ملک جانے کا ارادہ کرلیا، لیکن اُسے اپنے ناکام واپس جانے پر بہت افسوس تھا، اور ڈر بھی تھا کہ بادشاہ اُسے آبِ حیات نہ لانے پر سخت سزا دے گا۔

ملازم نے جس جگہ سے واپس جانے کا ارادہ کیا تھا، وہاں ایک نیک بزرگ رہتے تھے۔

وہ ملازم اُس بزرگ کے پاس گیا، اور بہت رویا، اور اُس بزرگ کو بتایا کہ مجھے میرے بادشاہ نے اس ملک میں آبِ حیات ڈھونڈنے کے لیے بھیجا تھا، میں نے کئی سال آبِ حیات ڈھونڈا، لیکن کہیں نہ ملا، لوگ میرا مذاق اُڑاتے رہے، اور مجھے پاگل کہتے رہے، اب میں آبِ حیات کی تلاش سے مایوس ہو چکا ہوں۔

جب اُس بزرگ نے بادشاہ کے ملازم کی باتیں سُنیں، تو وہ ہنسے، اور اُس سے کہا کہ:

> ”بیٹا! آبِ حیات صرف علم کی نعمت ہے، علم سے انسان ہمیشہ زندہ رہتا ہے، اور جس کے پاس علم نہیں ہوتا، وہ مُردہ کی طرح ہوتا ہے، تم بادشاہ سے کہنا کہ علم سیکھو، اور اپنے ملک میں علم پھیلاؤ، اس سے تمہارا ذکر رہتی دنیا تک زندہ رہے گا، اور اس علم سے جسے بھی فائدہ ہوگا، تمہیں فوت ہونے کے بعد بھی اُس علم کا فائدہ اور ثواب ملتا رہے گا“

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۵ ”اخبارِ عالم“﴾

✍ 11/ دسمبر: پاکستان: بنوں، تھانے پر 5 بمباروں کا خودکش حملہ، 4 اہلکاروں سمیت 9 افراد جاں بحق ✍ 12/ دسمبر: پاکستان: سلنڈر پھٹنے سے 100 افراد کی جانیں لینے والے، آسٹرین کمپنی کے ناقص سی این جی سلنڈر مارکیٹ میں دوبارہ بکنے لگے ✍ 13/ دسمبر: پاکستان: 3 سال میں دہشت گردی کے 250 مقدمات صرف 29 کا فیصلہ، ملزموں کی اکثریت رہا ✍ 14/ دسمبر: پاکستان: آئندہ انتخابات کے اخراجات کا تخمینہ 6 ارب ہے، وزیرِ قانون ✍ 15/ دسمبر: امریکہ ریاست کنیکٹیکٹ کے سکول میں فائرنگ، 18 بچوں سمیت 27 افراد ہلاک ✍ 16/ دسمبر: پاکستان: پشاور ائرپورٹ پر دہشت گردوں کا حملہ، 5 جاں بحق، 46 زخمی، 5 حملہ آور بھی مارے گئے ✍ 17/ دسمبر: پاکستان: پشاور میں فورسز کا آپریشن مکمل، مزید 5 خودکش حملہ آور ہلاک، اہلکار جاں بحق، ائرپورٹ 18 گھنٹے بعد کھول دیا گیا ✍ 18/ دسمبر: پاکستان: جمرود میں کار بم دھماکہ، 21 جاں بحق، 64 سے زائد زخمی ✍ 19/ دسمبر: پاکستان: کراچی، پشاور، انسدادِ پولیو ٹیموں پر حملے، 5 خواتین جاں بحق ✍ 20/ دسمبر: پاکستان: انسدادِ پولیو ٹیموں پر حملے جاری، مزید 2 جاں بحق، اقوامِ متحدہ نے مہم معطل کردی۔

بزمِ خواتین مفتی محمد یونس

⌘ سچ بولنے کے فضائل

معزز خواتین! جن اخلاق و عادات کا اختیار کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اور جو اخلاق و عادات ہمیں اپنے بچوں کے اندر پیدا کرنا بھی ضروری ہے، ان میں سے ایک اچھی عادت سچ بولنا بھی ہے۔

سچ بولنا ایک ایسی اچھی عادت ہے کہ اس کے اچھا ہونے پر قرآن وحدیث کی تعلیمات نہ بھی ہوتیں، تب بھی اس کا اچھا ہونا ہمیں اپنی عقل سے سمجھ آجاتا، لیکن اس عادت کے اچھا ہونے کو قرآن وحدیث نے صرف بتلایا ہی نہیں، بلکہ اس اچھی عادت کے اختیار کرنے کو ضروری بھی قرار دیا ہے، اور اس کے فضائل بھی بتلائے ہیں۔

آیئے! ہم قرآن وسنت کے آئینے میں سچ کے فضائل کو ملاحظہ کریں۔

قرآن مجید کی کئی آیاتِ کریمہ میں سچ کی مختلف انداز سے اہمیت وفضیلت کو بتلایا گیا ہے، ان میں سے چند ایک آیات ترجمے وتشریح سمیت درج ذیل ہیں۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (سورة التوبة، رقم الآية ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور (عمل میں) سچوں کے ساتھ رہو (یعنی جو نیت اور بات میں سچے ہیں، ان کی راہ چلو کہ تم بھی صدق اختیار کرو) (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

اس آیت میں سچائی کی اہمیت اور ضرورت بتانے کے لئے تمام ایمان والوں کو حکم فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن سچے لوگوں کے لئے ان کے سچ کے فائدہ مند ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا(سورة المائدة، رقم الآية ١١٩)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ (قیامت کا دن) وہ دن ہے کہ جو لوگ (دنیا میں باعتبار عقائد واعمال اور اقوال کے) سچے تھے ان کا سچا ہونا (آج) ان کے کام آئے گا (اور وہ کام آنا یہ ہے کہ) ان کو (جنت کے) باغ (رہنے کو) ملیں گے جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (سورہ مائدہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدق یعنی سچائی کا قیامت کے دن فائدہ مند ہونا بتلایا ہے، درحقیقت سچائی بہت بڑی نعمت ہے، اسی پر نجات اور درجات بلند ہونے کا دارومدار ہے۔

ایمان میں سچائی نہ ہو تو منافقت ہوتی ہے، اعمال میں سچائی نہ ہو تو ریاکاری آجاتی ہے، اور اقوال میں سچائی نہ ہو تو جھوٹ صادر ہوتا رہتا ہے، اس لئے مومن کو ہر حال اور ہر بول میں سچائی اختیار کرنا لازمی ہے، ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دینے کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

لِّيَجْزِىَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ (سورة الاحزاب، رقم الآية ٢٤)

ترجمہ: تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے (سورہ احزاب)

یعنی غزوۂ احزاب کا واقعہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ سچے اور مخلص مسلمانوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے۔

ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کی متعدد اچھی صفات ذکر فرما کر آخر میں ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم کے تیار کر رکھنے کی خبر دی ہے۔

ارشاد ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا(سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٥)

ترجمہ: بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور

ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں (مسلمین و مسلمات کی اس تفسیر پر اسلام سے مراد اعمال نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ ہوئے، اور مومنین و مومنات میں ایمان سے مراد عقائد ہوئے، جیسا صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پوچھنے پر آنحضرت ﷺ سے اسلام اور ایمان کے متعلق بھی یہی جواب دینا منقول ہے) اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں (اس راست بازی میں صادق القول ہونا بھی داخل ہے، صادق العمل ہونا بھی اور ایمان اور نیت میں صادق ہونا بھی، یعنی نہ ان کے کلام میں کوئی جھوٹ ہے، نہ عمل میں کم ہمتی اور سستی اور نہ ریاکاری یا نفاق) اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں (اس میں صبر کی سب قسمیں آ گئیں، یعنی طاعات و عبادات پر ثابت قدم رہنا اور معاصی سے اپنے نفس کو روکنا اور مصائب پر صبر کرنا) اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں (لفظِ خشوع میں نماز و عبادات کا خشوع بھی داخل ہے کہ قلب سے ہی عبادت کی طرف متوجہ ہو، اور اپنے اعضا و جوارح کو بھی اس کے مناسب رکھے، اور اس میں عام تواضع بھی داخل ہے جو تکبر کے بالمقابل ہے، یعنی یہ لوگ تکبر اور اپنی بڑائی سے بھی پاک ہیں، اور نماز وغیرہ عبادات میں بھی خشوع و خضوع ان کا وظیفہ ہے) اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں (اس میں زکاۃ اور صدقاتِ نافلہ سب داخل ہیں) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں (یعنی جو اذکارِ فرض کے علاوہ نفلی اذکار کو بھی اداء کرتے ہیں) ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے (ترجمہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

تفسیر...... امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے حدیث کی کتابوں سے کئی ایسی روایات نقل فرمائی ہیں کہ جن سے واضح ہوتا کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر نازل ہوئی، انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! قرآن مجید میں مردوں کا ذکر تو آتا ہے عورتوں کا ذکر نہیں آتا؟ (یعنی جو احکام ہیں وہ مردوں کے خطاب کے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں، عورتوں سے علیحدہ سے خطاب یا مؤنث کے صیغے نہیں لائے جاتے) اس پر اللہ تعالیٰ شانہ نے آیتِ کریمہ ''ان المسلمین و المسلمات '' آخر تک نازل فرمائی، اور مؤنث

کے صیغے لاکر ان کی بھی دلداری فرمادی۔

اس آیت میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی صفات بتائی ہیں، جن میں یہ بتایا ہے کہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان صفات سے متصف ہونا چاہیے، اور آیت کے ختم پر مومنین اور مومنات کے لئے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، مسلمین اور مسلمات سے احکامِ اسلام پر اعضاء و جوارح سے عمل پیرا ہونا مراد ہے، اور مومنین اور مومنات سے دل سے صاحبِ ایمان ہونا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ بتایا اور فرمایا ہے دل اس کی تصدیق کرنا اور ماننا مراد ہے، اور گو فرمانبرداری میں وہ صفات بھی داخل ہیں جو آئندہ بیان فرمائیں، تاہم ان کو مستقل بھی مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے ذکر فرمادیا۔

اسلام اور ایمان بیان کرنے کے بعد جو دوسری صفات بیان فرمائیں، ان میں سے اولاً **والقانتین والقانتات** فرمایا، یہ لفظ ''قنوت'' سے لیا گیا ہے، تفسیر روح المعانی کے مصنف علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ان دونوں لفظوں کا مطلب بتاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ''**المداومین علی الطاعات والقائمین بھا**'' کہ یہ لوگ پابندی کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں، اس کے بعد والصادقین والصادقات فرمایا، یعنی یہ حضرات قول و عمل میں سچائی اختیار کرنے والے ہیں۔

ان آیات کے علاوہ بھی کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے صدق (یعنی سچائی) کا ذکر مختلف انداز سے فرمایا ہے، جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سچ بولنا ایک اچھی خصلت ہے، اور اس کو اختیار کرنا ایک مسلمان شخص کے لئے بہت ضروری ہے۔

اسی طرح احادیث میں بھی سچ کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، جن میں سے چند ایک احادیث ترجمہ اور ضروری تشریح کے ساتھ درج ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى البِرِّ، وَإِنَّ البِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا .وَإِنَّ الكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الفُجُورِ، وَإِنَّ الفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابً (بخاری، رقم الحدیث ۶۰۹۴، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا کہ بے شک سچ (بولنا) نیکی کی راہ دکھاتا ہے، اور یقیناً نیکی جنت کا راہ دکھاتی ہے، اور بلا شبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ) صدیق ہو جاتا ہے، اور بے شک جھوٹ نافرمانی کی راہ دکھاتا ہے، اور بے شک نافرمانی جہنم کی راہ دکھاتی ہے، اور بے شک ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے (بخاری)

یہی حدیث شریف صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا (مسلم، رقم الحدیث ۲۶۰۷"۱۰۳")

ترجمہ: بے شک سچ (بولنا) نیکی کی راہ دکھاتا ہے، اور یقیناً نیکی جنت کا راہ دکھاتی ہے، اور بلا شبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے) صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور بے شک جھوٹ نافرمانی کی راہ دکھاتا ہے، اور بے شک نافرمانی جہنم کی راہ دکھاتی ہے، اور بے شک ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے (بخاری)

مسلم شریف میں ہی دوسری روایت اس طرح ہے کہ:

إِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ، حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ فُجُورٌ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ، حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا (مسلم رقم الحیث ۲۶۰۷"۱۰۴")

ترجمہ: بے شک سچ نیکی ہے، اور بے شک نیکی جنت کا راہ دکھاتی ہے، اور یقیناً بندہ سچ کی تلاش اور فکر میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور بے شک جھوٹ نافرمانی ہے، اور بے شک نافرمانی جہنم کا راہ دکھاتی ہے، اور بے شک بندہ جھوٹ بولنے کی تلاش اور فکر میں رہتا ہے، یہاں تک کہ کذاب لکھ دیا جاتا ہے (مسلم)

ایک تیسری روایت اس طرح ہے کہ:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا (مسلم رقم الحیث ۲۶۰۷"۱۰۵")

ترجمہ:تم پر سچ بولنا لازم ہے، پس بے شک سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے، اور بے شک نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے، اور آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے، اور سچ کی تلاش اور فکر میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بہت زیادہ بچ کر رہو، پس بے شک جھوٹ نافرمانی کی راہ دکھاتا ہے، اور بے شک نافرمانی جہنم کی راہ دکھاتی ہے، اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے، اور جھوٹ کی تلاش اور فکر میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے (مسلم)

ان روایات سے سچ بولنے کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ بولنے کو لازم پکڑنے کا حکم دیا، اور ساتھ ہی سچ کی فضیلت کا علم بھی ہوا، کہ سچ نیکی تک اور نیکی جنت تک پہنچانے والی ہے، اور گویا دراصل سچ ہی جنت تک پہنچانے والا ہے، اور جو عمل جنت تک پہنچانے والا ہو، اس کا اختیار کرنا کس قدر ضروری ہے، یہ ظاہر ہے۔

دین اسلام میں صدق کی بہت بڑی اہمیت اور فضیلت ہے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی ایمان، اقوال اور اعمال سب میں ضرورت ہے، اس کی ضد کذب، یعنی جھوٹ ہے، جھوٹ سے دین اسلام کو بہت سخت نفرت ہے، اور اسکی شدید ممانعت ہے۔

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :اضْمَنُوا لِي سِتًّا مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَضْمَنْ لَكُمُ الْجَنَّةَ :اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ، وَأَوْفُوا إِذَا وَعَدْتُمْ، وَأَدُّوا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ، وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ، وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۷۵۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی جانوں کی طرف سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں (وہ چھ چیزیں یہ ہیں)

۱۔ جب بولو تو سچ بولو، ۲۔ اور جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو، ۳۔ اور جب تمہارے پاس امانت رکھوائی جائے تو اسے اداء کرو، ۴۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، ۵۔ اور اپنی نظروں کو نیچا رکھو، ۶۔ اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم اور زیادتی سے) بچائے رکھو (مسند احمد)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ سچ بولنا ایسا اعلیٰ درجہ کا عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن اعمال کی ذمہ داری اٹھانے والے کے لئے جنت دلوانے کی ذمہ داری اٹھائی ہے، ان میں سے ایک عمل سچ بولنا بھی ہے، اس لئے ہر بات میں سچ کا دھیان رکھنا لازم ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أَرْبَعٌ إِذَا كُنَّ فِيكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ مِنَ الدُّنْيَا :حِفْظُ أَمَانَةٍ، وَصِدْقُ حَدِيثٍ، وَحُسْنُ خَلِيقَةٍ، وَعِفَّةٌ فِي طُعْمَةٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۶۵۲، شعب الايمان، رقم الحديث ۴۴۶۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو ساری دنیا بھی اگر تجھ سے جاتی رہے تو کوئی ڈر نہیں (وہ چار خصلتیں یہ ہیں)

۱۔ امانت کی حفاظت، ۲۔ بات کی سچائی، ۳۔ اخلاق کی خوبی، ۴۔ لقمہ کی پاکیزگی (احمد، بیہقی)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص میں یہ چار عادتیں موجود ہیں تو اسے دنیا کی کسی چیز کا غم نہ کرنا چاہیے، ان چار عادتوں میں بھی ایک عادت سچ بولنا شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

ڈاڑھی کے نام کی تحقیق اور چہرہ پر ڈاڑھی کی حدودِ اربعہ

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ڈاڑھی کی لمبائی تو ایک مٹھی ہے، لیکن اس کی چہرے پر حدود کیا ہیں؟

کیا ناک کے دائیں بائیں اور آنکھوں کے نیچے اگنے والے بال بھی ڈاڑھی میں داخل ہیں، اور ان کا کاٹنا منع ہے؟ بعض علماء اس سے منع فرماتے ہیں۔ اس بارے میں تحقیق درکار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

جواب

ڈاڑھی کو عربی زبان میں ''لحیة'' اور انگریزی زبان میں Beard کہا جاتا ہے، جس کی جمع عربی زبان میں ''اَللُّحٰی'' اور انگریزی زبان میں Beards آتی ہے۔ [1]

قرآن وسنت میں ڈاڑھی کے بارے میں ''اَللِّحْیَةُ'' اور جمع کے لئے ''اَللُّحٰی'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ [2]

---

[1] اردو میں عام طور پر ''داڑھی'' کا لفظ مشہور ہے، لیکن اگر اسے ''ڈاڑھ'' سے ماخوذ قرار دیا جائے، تو صحیح نام ''ڈاڑھی'' بنتا ہے، ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

[2] اور ''اللُّحی'' لام پر پیش اور زیر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (سورة طه، رقم الآية ۹۴)

عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :عشر من الفطرة :قص الشارب، وإعفاء اللحية (مسلم، رقم الحديث ۵۶"۲۶۱"باب خصال الفطرة)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ :أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ (مسلم، رقم الحديث ۵۳"۲۵۹"، باب خصال الفطرة)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَالِفُوا المُشْرِكِينَ :وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ "وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ :إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ (بخاری، رقم الحديث ۵۸۹۲، باب تقليم الأظفار) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور عربی لغت میں ''لَحیٌ'' اور ''لِحیٌ'' (یعنی لام کے زبر اور زیر کے ساتھ) منہ کی اس ہڈی یا جبڑے کو کہا جاتا ہے، جس پر دانت اُگتے ہیں۔ [1]

اور جس ہڈی پر دانت اُگتے ہیں، وہ انسانی چہرے میں دو قسم کی ہڈیاں ہیں، ایک اوپر کی ہڈی، جس کو اوپر کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے،، اور ایک نیچے کی ہڈی، جس کو نیچے کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے۔

نیچے کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں ''الفکُّ الاسفل'' یا ''الفکُّ السفلیٰ'' اور انگریزی زبان میں Mandible کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اوپر کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں ''الفکُّ الاعلیٰ'' یا ''الفکُّ العلوی'' اور انگریزی زبان میں Maxilla کہا جاتا ہے۔

کئی احادیث میں منہ کے دونوں جبڑوں یا دانت اُگنے والی دونوں ہڈیوں کے لئے "لحیین" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ (بخاری، رقم الحديث ۶۴۷۴)

ترجمہ: جو میرے لئے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پیروں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْهَكُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى (بخاری، رقم الحديث ۵۸۹۳، باب إعفاء اللحی)

قال ابن السكيت وغيره يقال فی جمع اللحية لحی ولحی بكسر اللام وبضمها لغتان الكسر أفصح (شرح النووی، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

[1] اللَّحْيَانِ: العَظْمانِ فيهما مَنَابِتُ الأَسْنَانِ (المحيط فی اللغة، مادة "لحی")

قال الليث: اللحيانِ العظمان اللذان فيهما الاسنان من كل ذی لَحْيٍ (تهذيب اللغة، مادة "لحی")

اللَّحيان: العظمان اللذان فيهما منابت الأسنان من كلّ ذی لَحْيٍ، والجميع: أَلْحٍ واللِّحا -مقصور- واللِّحاءُ -ممدود: ما على العصا من قشرها.

والْتَحَيْتُ اللِّحاء، ولَحَيْتُهُ الْتِحاءً ولَحْياً إذا أخذت قشره.

واللُّحَى -مقصور، جمعُ اللِّحية وفی لغة: اللِّحَى. وتلحّيتُ العمامةَ: جعلتُها تحت الحَنَكِ.

ورجلٌ لِحيانيّ: طويلُ اللِّحيةِ. وبنو لحيان: حيٌّ من هَذَيل.

واللِّحاء والمُلاحاةُ: الملامة، كالسِّباب بينهم. واللِّحاء: اللّعنُ والعَذل، واللَّواحی: العواذل (كتاب العين لخليل بن احمد، مادة "لحی")

کے درمیان کی چیز (یعنی شرم گاہ کی حفاظت) کی ضمانت دے، تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔ [۱]

اس طرح کی احادیث میں ''لحیین'' یا ''لحییه'' کے الفاظ سے منہ میں اوپر نیچے کے دونوں جبڑے یا وہ دونوں ہڈیاں مراد ہیں، جن پر دانت اُگتے ہیں۔ [۲]

اور اوپر، نیچے کے ان دونوں جبڑوں یا دانت اُگنے والی دونوں ہڈیوں کو عربی میں ''لحیین'' کے علاوہ ''فکّین'' بھی کہا جاتا ہے۔ [۳]

---

[۱] عن أبی هریرة قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم" :من وقی شر ما بین لحییه ورجلیه دخل الجنة(صحیح ابنِ حبان،رقم الحدیث ۵۷۰۳)

فی حاشیة ابنِ حبان:إسناده حسن.

عن عدی بن حاتم قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :أیمن امرء وأشأمه ما بین لحییه :
قال وهب :یعنی لسانه(صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۵۷۱۷)

فی حاشیة ابنِ حبان:إسناده صحیح علی شرط الشیخین.

[۲] (لحییه) : بفتح اللام منبت الأسنان، أی :من یکفل لی محافظة ما بینهما من اللسان والفم عن تقبیح الکلام وأکل الحرام(مرقاة المفاتیح،ج۷ص۳۰۲۵، باب حفظ اللسان والغیبة والشتم)

وعند الطبرانی من حدیث أبی رافع بسند جید لکن قال فقمیه بدل لحییه وهو بمعناه والفقم بفتح الفاء وسکون القاف قوله لحییه بفتح اللام وسکون المهملة والتثنیة هما العظمان فی جانبی الفم(فتح الباری لابنِ حجر، ج۱۱ص۳۰۹، باب حفظ اللسان)

(لحییه) بفتح اللام وسکون الحاء المهملة تثنیة لحی وهما العظمان فی جانبی الفم(عمدة القاری، ج۲۳ص۱۷، باب حفظ اللسان)

ولحییه بفتح اللام وهو منبت اللحیة والأسنان ویجوز کسر اللام، وإنما ثنی لأن له أعلی وأسفل(عمدة القاری، ج۲۳ص۲۸۸،باب فضل من ترک الفواحش)

(لحییه) بفتح اللام وسکون الحاء اللـه والتثنیة العظمان فی جانبی الفم النابت علیهما الأسنان علوا وسفلا(ارشاد الساری للقسطلانی، ج۹ص۲۷۳، باب حفظ اللسان)

[۳] (الْفَاء مَعَ الْکَافِ) (ف ک ک) : (الْفَکَّانِ) اللَّحْیَانِ (المغرب، باب الفاء مع الکاف)

والفکان :اللحیان.وقیل :مجتمع اللحیین عند الصدغ من أعلی وأسفل، یکون من الإنسان والدابة (المحکم والمحیط الاعظم، ج۳ص۱۳۰)

(الفک) اللحی ومغرس الأسنان وهما فکان أعلی وأسفل (ج) فکوک(المعجم الوسیط،ج۲،ص۳۱۱)

(ف ک ک) : الْفَکُّ بِالْفَتْحِ اللَّحْیُ وَهُمَا فَکَّانِ وَالْجَمْعُ فُکُوکٌ مِثْلُ فَلْسٍ وَفُلُوسٍ(المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ج۴،ص۲۴۰)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی مناسبت سے اس ہڈی پر اُگنے والے بالوں کو ''لحیۃ'' یا ''ڈاڑھی'' کہا جاتا ہے۔ ۱؎

اور بعض اہلِ علم حضرات نے دانت اُگنے والے اوپر اور نیچے کے دونوں جبڑوں یا ہڈیوں پر آنے والے ہر قسم کے بالوں کو ڈاڑھی قرار دیا ہے، اور رخسار کے بالوں کو بھی ڈاڑھی میں شمار کیا ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والفکُّ :اللَحْیُ(الصحاح فی اللغة، ج ۲،ص ۴۹)

و (الفکّ :(اللَّحْی، وهو :عظم الحنک، وهو الذی علیه الأسنان، وهو من الإنسان حیث ینبُت الشعر (اللمحة فی شرح الملحة ،باب التثنیة)

اعلم أن الاسنان اثنتان وثلاثون سنا :ست عشرة فی الفک الاعلی، ومثلها فی الفک الاسفل(شرح شافیه ابن الحاجب، ج۳، ص۲۵۲)

اللحیین، بفتح اللام، وقیل، بکسرها أیضا :تثنیة لحی وهو العظم الذی علیه الأسنان(عمدة القاری، ج۱۹ ،ص۲۵ ،باب قوله تعالی :(ولقد کرمنا بنی آدم)

۱؎ واما اللحیة هو بکسر اللام وجمعه لحی او لحی بالفتح والضم، الشعر النابت علی اللحیتین واللحیٰ بالفتح العظم الذی علیه الاسنان وعلی الذقن وهو مجتمع اللحیین مبتدئا من الصدغین (حاشیة عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، کتاب الطهارة، جلد۱ ، صفحه ۵۹)

قوله :(واعفوا اللحی) واللحیة ما علی اللحیین، وکذلک فی الهندیة دار هی مشتق من داره لکونها نابتة علی الأضراس(فیض الباری شرح البخاری، ج۷ص۱۴۵ ، کتاب اللباس)

واللحی بِفَتْح اللَّام وَکسرهَا الْعظم الَّذِی تنْبت عَلَیْهِ اللِّحْیَة من الْإِنْسَان وَهُوَ فِی سَائِر الْحَیَوَان وَاعْفُوا اللحی بِکَسْر اللَّام مَقْصُور جمع لحیة بِالْکَسْرِ فیهمَا لَا غیر(مشارق الأنوار علی صحاح الآثار، ج۱ ،ص۳۵۶)

(اللحی) منبت اللحیة من الإنسان وغیره وهما لحیان والعظمان اللذان فیهما الأسنان من کل ذی لحی ولحیا الغدیر جانباه (ج) ألح ولحی ولحاء

(اللحیانی) رجل لحیانی طویل اللحیة أو عظیمها

(اللحیة) شعر الخدین والذقن (ج) لحی ولحی(المعجم الوسیط، ج۲، ص۸۵۷، باب اللام)

۲؎ وَظَاهِرُ کَلَامِهِمْ أَنَّ الْمُرَادَ بِاللِّحْیَةِ الشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَی الْخَدَّیْنِ مِنْ عِذَارٍ وَعَارِضٍ وَالذَّقَنِ وَفِی شَرْحِ الْإِرْشَادِ اللِّحْیَةُ الشَّعْرُ النَّابِتُ بِمُجْتَمَعِ اللَّحْیَیْنِ وَالْعَارِضِ مَا بَیْنَهُمَا وَبَیْنَ الْعِذَارِ وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُحَاذِی لِلْأُذُنِ یَتَّصِلُ مِنْ الْأَعْلَی بِالصُّدْغِ وَمِنْ الْأَسْفَلِ بِالْعَارِضِ (البحرالرائق، فرائض الوضوء)

وظاهر کلامهم أن المراد بها الشعر النابت علی الخدین من عذار وعارض والذقن.وفی شرح الارشاد: اللحیة الشعر النابت بمجتمع الخدین والعارض ما بینهما وبین العذار

وهو القدر المحاذی للاذن، یتصل من الاعلی بالصدغ ومن الاسفل بالعارض بحر (رد المحتار، کتاب الطهارة، ارکان الوضوء)

(قَوْلُهُ :وَالْعَارِضُ مَا بَیْنَهُمَا وَبَیْنَ الْعَذَارِ إلَخْ) قَالَ الرَّمْلِیُّ أَیْ فَیُسَمَّی الشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَی الْخَدَّیْنِ إلَی الْعَظْمِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لیکن ہمیں یہ بات راجح معلوم نہیں ہوسکی اور غور کرنے سے راجح یہ معلوم ہوا کہ چہرہ پر جس ڈاڑھی کے رکھنے کا احادیث میں حکم آیا ہے، اس کا اصل مقام نیچے کا جبڑا یا نیچے کی ہڈی یعنی فکِ اسفل یا Mandible ہے۔

کیونکہ احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور اس کے مقابلے میں مونچھ کے کٹانے کا حکم آیا ہے، اور ان احادیث میں ڈاڑھی اور مونچھ کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابلے میں استعمال ہوئے ہیں، اور مونچھیں دانت اگنے کی اوپر والی ہڈی پر یا اوپر والے جبڑے پر آتی ہیں، جس سے ظاہر ہوا کہ احادیث میں ان دونوں قسم کے بالوں کے بارے میں ایک دوسرے کا مخالف حکم دیا گیا ہے، ایک کے بارے میں بڑھانے کا اور دوسرے کے بارے میں کٹانے کا، لہٰذا ان احادیث میں جس ڈاڑھی کے بڑھانے اور رکھنے کا حکم آیا ہے، اس سے اوپر کے جبڑے پر اُگنے والے بال مراد نہیں ہیں، بلکہ نیچے کے جبڑے پر اگنے والے بال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النَّـاتِءِ بِقُـرُبِ الْأُذُنِ عَـارِضًـا وَالـنَّـابِـتُ عَـلَـى الْعَظْمِ النَّاتِءِ بِقُرُبِ الْأُذُنِ عِذَارًا (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، فرائض الوضوء)

اللحية لغة :الشعر النابت على الخدين والذقن، والجمع اللحى واللحى .ورجل ألحى ولحياني :طويل اللحية، واللحى واحد اللحيين وهما :العظمات اللذان فيهما الأسنان من الإنسان والحيوان، وعليهما تنبت اللحية . واللحية في الاصطلاح، قال ابن عابدين :المراد باللحية كما هو ظاهر كلامهم الشعر النابت على الخدين من عذار، وعارض، والذقن .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -العذار

العذاران كما في لسان العرب :جانبا اللحية، وكان الفقهاء أكثر تحديدا للعذار من أهل اللغة، فقد فسره ابن حجر الهيتمي من الشافعية، وابن قدامة والبهوتي من الحنابلة بأنه الشعر النابت على العظم الناتء المحاذي لصماخ الأذن (أي خرقها) يتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض، وقال القليوبي :الذي تصرح به عباراتهم أنه إذا جعل خيط مستقيم على أعلى الأذن وأعلى الجبهة فما تحت ذلك الخيط من الملاصق للأذن، المحاذي للعارض هو العذار، وما فوقه هو الصدغ، ويقول ابن عابدين :هو القدر المحاذي للأذن.

ويصرح ابن عابدين بأن العذار جزء من اللحية، وعليه فتنطبق عليه أحكامها.

وقال البهوتي :لا يدخل منتهى العذار (أي أعلاه الذي فوق العظم الناتء) لأنه شعر متصل بشعر الرأس لم يخرج عن حده، أشبه الصدغ، والصدغ من الرأس (وليس من الوجه) لحديث الربيع أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح برأسه وصدغيه مرة واحدة ولم ينقل أحد أنه غسله مع الوجه

والصلة بينهما العموم والخصوص المطلق فكل عذار لحية ولا عكس.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۲۲۲ الى ۲۲۳، مادة: لحية)

مراد ہیں۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ڈاڑھی کے اصل بال اُگنے کا مقام نیچے والا جبڑا یعنی فکِ اسفل یا Mandible ہے، اور مونچھوں کے اصل بال اُگنے کا مقام اوپر والا جبڑا یعنی فک اعلیٰ یا Maxilla ہے۔

اور نیچے والے جبڑے (یعنی Mandible) میں ٹھوڑی بھی داخل ہے، جس کو عربی میں ذقن اور انگریزی زبان میں Chin کہا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اب نیچے والے جبڑے کی حدودِ اربعہ ہی درحقیقت اصل ڈاڑھی کا مقام ہے۔

اور نیچے والے جبڑے کی حد اوپر سَر کی طرف سے آنکھوں کے ساتھ (دائیں بائیں) اُبھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے شروع ہوکر کانوں کے ساتھ ساتھ سے ہوتی ہوئی اوپر کے ہونٹ سے نیچے پوری ٹھوڑی کے نیچے تک ہے۔

جس کی حدود کو پہچاننے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران منہ کو چلاتے اور کھانے کو چباتے وقت نیچے کا پورا جبڑا حرکت کرتا ہے، اس جبڑے کی حرکت جہاں تک ہو، وہ پورا حصہ نیچے کا جبڑا کہلاتا ہے، اس حصہ پر اُگنے والے بال ڈاڑھی کے بال کہلاتے ہیں، اور اس حصہ سے خارج رہ جانے والے بال اصل ڈاڑھی میں شامل نہیں ہوتے۔

سَر کی طرف آنکھوں اور کانوں کے درمیان اُبھری ہوئی ہڈی کے حصہ کو عربی زبان میں العظم الوجنی اور انگریزی زبان میں Zygomatic bone کہا جاتا ہے۔

اور آنکھوں کے نیچے ناک کے متصل حصہ کو cheekbone یا Malar bone کہا جاتا ہے، اور ماہرین کے مطابق یہ سب حصے نیچے والے جبڑے (یعنی Mandible) سے خارج اور اوپر والے جبڑے (یعنی Maxilla) کا حصہ ہیں۔

اور اوپر والے جبڑے کی یہ ہڈی اوپر کے ہونٹوں سے شروع ہوکر ناک کے ساتھ ساتھ اور آنکھوں کے اطراف سے گزرتی ہوئی سر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ [1]

---

[1] ونات ء الوجنتين شاخصهما والوجنة رخساره وأسبل الخدين بسيطيهما (الفتاوىٰ الهنديه، ج٦، ص ۲۴۹، كتاب الشروط، الفصل الأول فى الحلى والشيات)

(وجن) الوَجْنَةُ ما ارتفع من الخَدَّيْنِ للشِّدْق والمَحْجِرِ ابن سيده الوَجْنةُ والوِجْنةُ والوُجْنَةُ والوَجَنةُ والأُجْنة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا نیچے والے جبڑے کو چھوڑ کر آنکھوں اور کانوں کے درمیان ابھری ہوئی ہڈی اور اسی طرح آنکھوں کے نیچے اور ناک کے ساتھ دائیں بائیں حصہ پر اگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل نہیں، اور ان کو کاٹنا جائز ہے۔

صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے بھی ان کا کاٹنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان بن عبیداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحْفِيْ عَارِضَيْهِ :يَأْخُذُ مِنْهُمَا(ابن سعد فی "الطبقات ۴، ۳۳۴)

ترجمہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے رخساروں (یعنی اوپر کے جبڑے کی طرف) سے (بال) کاٹ رہے تھے (ابن سعد)

حضرت سماک بن یزید سے روایت ہے کہ:

قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحُيَتِهٖ مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهٗ (الْمُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ، رقم الحديث ۲۵۹۹۱، مَا قَالُوا فِي الْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کی طرف سے ڈاڑھی کے (اضافی) بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

حضرت منصور، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُطَيِّبُوْنَ لُحَاهُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنْ عَوَارِضِهَا (الْمُصَنَّفُ لِابْنِ أَبِيْ شَيْبَةَ، مَا قَالُوا فِي الْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأَجْنةُ الأَخيرة عن يعقوب حكاه فی المبدل ما انحدر من المَحْجِرِ ونتأ من الوجه وقيل ما نتأ من لحم الخدين بين الصُّدْغين وكَنَفَى الأَنف وقيل هو فَرْقُ ما بين الخَدَّيْنِ والمَدْمَعِ من العظم الشاخص فی الوجه إِذا وَضَعْتَ عليه يَدَك وجدت حَجْمَه وحكى اللحيانی إِنه لَحَسَن الوَجَناتِ كأَنه جعل كل جزء منها وَجْنةً ثم جمع على هذا(لسان العرب، مادة "وجن")

العظم الوجنی (بالإنجليزية Zygomatic bone :) هو أحد عظام الجمجمة (واحد فی كل جانب .(يتمفصل العظم الوجنی مع كل من الفك العلوی والعظم الجبهی والعظم الصدغی والعظم الوتدی .يشكل العظم الوجنی جزءاً من الحجاج ويشار له بعظم الخد .يتوضع العظم فی الجزء العلوی الوحشی من الوجه حيث يشكل بروز الخد، والجزء الوحشی وأرضية الحجاج، وأجزاء من الحفرتين الصدغية وتحت الصدغية (http://ar.wikipedia.org/wik)

ترجمہ: صحابۂ کرام اور جلیلُ القدر تابعین اپنی ڈاڑھیوں کو خوشبو لگایا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھیوں کے اطراف وجوانب کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

ان روایات سے اوپر والے جبڑے کے رخساروں کے بالوں کا کاٹنا ثابت ہوتا ہے۔ ۱

اور امت کا تعامل بھی اسی کے مطابق ہے۔ ۲

---

۱ عارضيه أى جانبى وجهه تثنية العارض وهو جانب الوجه(حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ١، ص ١٦٦، باب ما جاء فى تخليل اللحية)

والعارِضُ الخَدُّ يقال أَخذ الشعر من عارِضَيْهِ قال اللحياني عارِضا الوجه وعَرُوضَاه جانباه والعارِضانِ شِعاً الفَم وقيل جانبا اللِّحية(لسان العرب ، ج٧، ص ١٦٥، تحت الترجمة: عرض)

والعارض الخد يقال أخذ من عارضيه من الشعر(البحر الرائق، ج٢ ص ٣٠٢، فصل فى عوارض الفطر فى رمضان)

العارِضُ " :النّاحِيَةُ . "يُقَال :إِنَّهُ لَشَدِيدُ العَارِضِ أَىْ شَدِيدُ النّاحِيَةِ ذُو جَلَدٍ وكَذلِكَ العَارِضَة(تاج العروس، ج ١، ص ٤٦٥٠، تحت الترجمة: عرض)

(العارض) ما اعترض فى الأفق فسده من جراد أو نحل والسحاب المطل وفى التنزيل العزيز) قالوا هذا عارض ممطرنا (والجبل وجانب الوجه وصفحة الخد وهما عارضان يقال هو خفيف العارضين شعر العارضين وصفحة العنق والآفة تعرض فى الشىء والحائل و المانع يقال عرض له عارض والثنية من الأسنان وهى الثنايا (ج) عوارض ويقال امرأة نقية العوارض

(العارضة) صفحة الخد والثنية من الأسنان والخشبة العليا التى يدور فيها الباب ويقال هو قوى العارضة ذو جلد وصرامة وقدرة على الكلام وذو بديهة ورأى جيد (ج) عوارض والعوارض(المعجم الوسيط ، ج٢، ٩٣، باب العين)

۲ خلاصہ یہ کہ نیچے والے جبڑے کے پورے حصہ پر اُگنے والے بال تو ڈاڑھی میں داخل ہیں، جن کو ایک مٹھی کی مقدار سے پہلے کاٹنا جائز نہیں، اور اوپر والے جبڑے یا اس کی حدود میں اُگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل نہیں، لہٰذا ان کو کاٹنا جائز ہے، اگرچہ ضروری نہ ہو، البتہ اوپر والے ہونٹ اور ناک کے درمیان والے مخصوص حصہ میں اُگنے والے بال مونچھوں میں داخل ہیں، ان کو کاٹنے کا حکم ہے، اور آنکھوں کے اوپر کے بال بھنوؤں میں داخل ہیں، جن کو نوچنے اور اُکھاڑنے کی ممانعت ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

رخسار کے بال کا مونڈنا، یعنی خط بنوانا شرعاً درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۱۹ص۴۲۱، کتاب الحظر والاباحۃ، باب خصال الفطرۃ)

قيل والعارض من اللحية ما نبت على عرض اللحى فوق الذقن وقيل عارضا الإنسان صفحتا خده كذا فى الفائق قال ابن الكمال :وقول ابن المعتز : كأن خط عذار شق عارضه . . .عيدان آس على ورد ونسرين ، يدل على صحة الثانى وفساد الأول وكأنه قائله لم يفرق بين العذار والعارض(فيض القدير، تحت رقم الحديث ٦٢٢٦)

عذار اللحية جانباها استعيرا من عذارى الدابة وهما على خديها من اللجام(درر الحكام ،ج ١، ص ٨، فرائض الوضوء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبڑے یا ٹھوڑی سے نیچے گلے یا حلق میں جو ابھری ہوئی ہڈی ہے، اس سے نیچے کا حصہ ڈاڑھی سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران منہ کو چلاتے اور کھانے کو چباتے وقت اس اُبھری ہوئی ہڈی تک تو نیچے والے جبڑے کی حرکت ہوتی ہے، مگر اس سے نیچے کے حصہ میں حرکت نہیں ہوتی۔ [1] ۔فقط

والله سبحانهٗ وتعالیٰ اعلم وعلمهٗ اتم واحکم

محمد رضوان

مؤرخہ:۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/دسمبر/2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واللحية التي على اللحيتين، وأما الذى على العذار والحلقوم فيجوز أخذه لكن فى الطب المنع عن نتف ما على العذارين(العرف الشذى، ج۴، ص ۱۶۲ ،باب ما جاء فى تقليم الأظفار)

قوله :(واعفوا اللحى) واللحية ما على اللحيين، وكذلك فى الهندية دار هى مشتق من داره لكونها نابتة على الأضراس.

أما الأشعار التى على الخدين فليست من اللحية لغةً؛ وإن كره الفقهاء ُأخذَها، لأنه إن كان بالحديد، فذلك يوجبُ الخشونة فى الخدين، وإن كان بالنتف، فإنَّه يُضعف البصرَ(فيض البارى شرح البخارى، ج۷ص ۱۴۵ ، كتاب اللباس)

ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة ولا أخذ ما تحت حلقه وأخذ أحمد من حاجبيه وعارضيه ويسن حف الشارب أو قص طرفه وحفه أولى نصا(الاقناع فى فقه الامام احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۲۰ ،فصل ويسن الإمتشاط والأدهان فى بدن وشعر غبا يوما ويوما)

[1] گلے کی طرف نیچے کے جبڑے کے درمیان یا ٹھوڑی کے نیچے گلے کی اُبھری ہوئی ہڈی تک والا کھال کا وہ حصہ جس پر ہڈی نہیں ہے، وہ نیچے والے جبڑے یا ٹھوڑی کے تابع ہے، کیونکہ سر کے سیدھا اور اعتدال کی حالت میں ہونے کے وقت اُبھری ہوئی ہڈی سے اوپر تک کی کھال نیچے کے جبڑے کی حدود میں ہوتی ہے، لہٰذا اس پورے حصہ پر اُگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل ہیں۔

البتہ بعض حضرات نے حلق کے بال کاٹنے سے منع فرمایا ہے، مگر ہمارے نزدیک جواز راجح ہے، کیونکہ جو مقام ڈاڑھی کی شرعی حد سے خارج ہو، اس کی اباحت اپنی جگہ برقرار ہے، اس کے عدمِ جواز کی کوئی معقول دلیل نہیں، حنابلہ کا قول بھی یہی ہے۔

واللحية التي على اللحيتين، وأما الذى على العذار والحلقوم فيجوز أخذه لكن فى الطب المنع عن نتف ما على العذارين(العرف الشذى، ج۴، ص ۱۶۲ ،باب ما جاء فى تقليم الأظفار)

ولا يحلق شعر حلقه وعن أبى يوسف -رحمه الله تعالى -لا بأس بذلك ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث كذا فى الينابيع(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ ص ۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع)

ويحرم حلقها ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة ولا أخذ ما تحت حلقه وأخذ أحمد من حاجبيه وعارضيه ويسن حف الشارب أو قص طرفه وحفه أولى نصا(الاقناع فى فقه الامام احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۲۰ ،فصل ويسن الإمتشاط والأدهان فى بدن وشعر غبا يوما ويوما)

کیا آپ جانتے ہیں؟　　　　مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سونے کے آداب (قسط۱)

جاگنا اور سونا انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اور شریعت میں سونے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

اور شریعت مطہرہ کی جامع اور کامل صفات اور خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں سونے اور جاگنے کا نظام بھی دنیا وآخرت کے اعتبار سے انتہائی مفید ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سونا اور فجر کی نماز اٹھ کر پڑھنا

سونے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ رات کو عشاء کی نماز سے پہلے نہ سویا جائے، اور عشاء کی نماز پڑھ کر جلد سویا جائے، اور فجر کی نماز کے وقت بیدار ہو کر فجر کی نماز پڑھی جائے۔

اور مرد حضرات کو چاہئے کہ وہ عشاء اور فجر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا (بخاری، رقم الحدیث ۵۳۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے تھے (بخاری)

عشاء کی نماز سے پہلے سونے سے اس لئے منع کیا گیا کہ عشاء کی نماز فرض ہے، اور پہلے سو جانے کی صورت میں اسی حال میں سوتے رہ جانے کی وجہ سے فجر کی نماز کے قضا ہو جانے کا ڈر ہے، اور عشاء کے بعد گفتگو کرنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ یہ سونے کا وقت ہے، اور اس وقت میں گفتگو میں مشغول رہنے سے رات کو سونے میں تاخیر کا امکان ہے، اور پھر اس کے نتیجہ میں فجر کی نماز قضاء ہو جانے کا ڈر ہے، جبکہ فجر کی نماز کی بڑی فضیلت واہمیت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ (بخاری، رقم الحديث ۱۱۴۲، واللفظ لهٗ، مسلم رقم الحديث ۷۷۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی سوتا ہے، تو شیطان اس کی گُدی (یعنی گردن) پر تین گرہ لگا دیتا ہے، اور ہر گرہ پر یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پر رات لمبی ہے، پس آپ سوتے رہئے۔ پھر اگر وہ شخص بیدار ہوتا ہے، اور اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ (اُٹھ کر) وضو کرتا ہے، تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر وہ نماز پڑھ لیتا ہے، تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، پھر وہ تروتازہ اور پاکیزۂ النفس ہو کر صبح کرتا ہے، ورنہ خبیثُ النفس اور کاہل ہو کر صبح کرتا ہے (بخاری، مسلم)

سو کر اٹھنے پر اللہ کا ذکر کرنے میں سو کر اٹھنے کی مسنون دعائیں واذکار بھی داخل ہیں۔

اور سو کر اٹھنے کے بعد وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی یہ فضیلت ہے کہ اس عمل سے تروتازگی اور نفس میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

اور اگر کوئی شخص سو کر اٹھنے کے بعد یہ عمل نہیں کرتا، تو اس کے نفس میں خباثت اور کسل وسستی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتّٰى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ (بخاری، رقم الحديث ۱۰۷۶)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہتا ہے، نماز کے لئے نہیں اٹھتا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے (بخاری)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ

كُلَّهُ(مسلم،رقم الحديث ٦٥٦"٢٦٠"كتاب الصلاة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؛ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو گویا کہ اس نے آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا اور جس نے صبح (یعنی فجر) کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو گویا کہ اس نے پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا (مسلم)

رات کو گُناہ سے بچ کر آرام کرنا اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنا حکمی عبادت ہے اور جاگ کر عبادت کرنا حقیقی عبادت ہے۔ خلاصہ یہ کہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر اور مرد حضرات کو باجماعت ادا کر کے جلد از جلد سونے کی کوشش کرنی چاہیے، اور صبح اٹھ کر فجر کی نماز اپنے وقت پر اور مرد حضرات کو باجماعت پڑھنی چاہیے۔

سونے سے پہلے ہاتھوں سے کھانے کے اثرات کو دھولینا

سونے کا ایک ادب یہ ہے کہ اگر ہاتھوں میں کوئی میٹھی چیز یا چکنائی وغیرہ لگی ہوئی ہو، تو ہاتھوں کو سونے سے پہلے دھولیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حال میں سوگیا، کہ اس کے ہاتھ میں (کھانے وغیرہ کی) چکنائی کی بو ہے (اور دھوئے بغیر سوگیا تو) اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی موذی جانور کاٹ لے) تو اپنے آپ کو ہی برا کہے (ترمذی) [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ:

میں سونے سے پہلے اور سو کر اٹھنے کے بعد؛ اور کھانے سے پہلے؛ اور کھانے سے فارغ ہو کر مسواک کرتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں آپ کا ارشاد سنا (مسند احمد) [2]

---

[1] عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ بَاتَ وَفِی يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ فَأَصَابَهُ شَىْءٌ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ :هَـذَا حَـدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ (ترمذى، رقم الحديث ١٨٦٠، بَابُ مَا جَاءَ فِی كَرَاهِيَةِ الْبَيْتُوتَةِ وَفِی يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ)

[2] لَقَدْ كُنْتُ أَسْتَنُّ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ وَبَعْدَ مَا أَسْتَيْقِظُ وَقَبْلَ مَا آكُلُ وَبَعْدَ مَا آكُلُ حِينَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَا قَالَ(مسند احمد، رقم الحديث ٩١٩٤،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، شعب الايمان للبيهقى،رقم الحديث ٢٥١٦.

کھانا کھاتے وقت کچھ کھانے کا حصہ ہاتھوں پر لگا رہ جاتا ہے، جس کے بعد ان ہاتھوں کے مختلف چیزوں پر لگنے سے دوسری چیزیں گندی ہو سکتی ہیں، اور ان ہاتھوں پر مکھی، مچھر وغیرہ کے آنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، نیز اسی حال میں سو جانے سے کسی مضر چیز کے کھانے کے اثرات پر آ کر نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہے، اس لئے سونے سے پہلے ہاتھوں کو چکنائی اور کھانے کے اثرات، میل کچیل وغیرہ سے صاف کر لینا چاہئے۔

راستہ اور گزرگاہ میں سونے سے پرہیز کرنا

سونے کے اہم آداب اور احکام میں سے ایک اہم ادب اور حکم یہ ہے کہ گزرگاہ اور راستہ میں نہ سوئے، جس سے دوسروں کو ایذاء پہنچے، یا اپنے آپ کو ایذاء پہنچے۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ آذَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۳۰۵۰)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے میں تکلیف پہنچائی تو اس پر مسلمانوں کی لعنت واجب ہوتی ہے (طبرانی)

مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی راستہ میں (خواہ سفر میں، ریل وغیرہ میں، یا حضر میں) ایسی جگہ لیٹ یا سو جائے جہاں سے گزرنے والوں کو تکلیف و ایذاء پہنچتی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ

(مسلم، حدیث نمبر ۵۰۶۹، کتاب الامارۃ)

ترجمہ: اور جب تم رات کے وقت کسی جگہ آرام کے لئے ٹھہرا کرو، تو راستے سے بچ کر پڑاؤ کیا کرو، کیونکہ وہ (مسافروں اور غیر مسافروں کے) جانوروں کا راستہ ہے، اور رات میں حشرات الارض کا ٹھکانہ ہے (مسلم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلَا تُصَلُّوا عَلَى جَوَادِّ الطَّرِيقِ، وَلَا تَنْزِلُوا عَلَيْهَا فَإِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعِ، وَلَا تَقْضُوا عَلَيْهَا الْحَوَائِجَ فَإِنَّهَا الْمَلَاعِنُ (مسند ابی یعلیٰ، رقم

الحدیث ۲۲۱۹)

ترجمہ: اورتم راستوں کے درمیان میں نماز نہ پڑھا کرو، اور نہ وہاں ٹھہرا کرو، کیونکہ وہ سانپ اور درندوں کا ٹھکانہ ہے، اورتم راستوں میں قضائے حاجت نہ کیا کرو کیونکہ یہ ملعون عمل ہے (ابویعلیٰ)

اورحضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَلا تُعَرِّسُوا عَلَى قَارِعَةِ الطَّرِيقِ فَإِنَّهَا مَأْوَى كُلِّ دَابَّةٍ (مسند البزار، رقم الحدیث ۶۵۲۱)

ترجمہ: اور جب تم رات کو آرام کیا کرو، تو راستے کے درمیان میں آرام نہ کیا کرو، کیونکہ وہ ہر قسم کے جانوروں (اور انسانوں کے گزرنے) کی جگہ ہے (بزار)

راستہ میں پڑاؤ ڈالنے اور سونے کے ممنوع ہونے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دوسرے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو، خواہ وہ مسافر ہوں یا جانور اور اپنے آپ کو بھی تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ بعض اوقات گزرنے والا بے خیالی میں گزرتے ہوئے اوپر چڑھ جاتا ہے یا گر جاتا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ راستوں پر گزرنے والے ایسی چیزیں پھینک اور ڈال دیتے ہیں، جو حشراتُ الارض (بلی، چوہے، کیڑے مکوڑے وغیرہ) کے کھانے پینے کی ہوتی ہیں، اور وہ رات کی یکسوئی میں ان چیزوں کو کھانے کے لئے راستوں پر آجاتے ہیں، یا راستوں کے ساتھ ہی مستقل اپنا ٹھکانہ بنائے رکھتے ہیں، اور بعض اوقات اُن کی طرف سے وہاں لیٹنے اور سونے والے کو بھی ایذاء وتکلیف پہنچ جاتی ہے۔

ایسی جگہوں میں سونے اور لیٹنے کا بہرحال منع ہونا تو ظاہر ہے کہ جو جگہیں مستقل طور پر راستہ اور گزرگاہ ہیں، جیسے شاہراہِ عام اور گلیاں وغیرہ۔

اور ٹرینوں وغیرہ میں جو حصے گزرنے اور اُترنے چڑھنے والوں کے لئے یا بیتُ الخلاء میں آنے جانے والوں کے لئے مختص کئے جاتے ہیں، اُن میں لیٹ کر یا سوکر مسافروں کی تکلیف کا باعث بننا بھی گناہ ہے۔

اس کے علاوہ مسافرخانوں، مسجدوں یا اسی طرح ایسی جگہوں میں کہ جہاں مختلف لوگوں کی آمد ورفت ہو، وہاں دروازے اور گزرنے کی جگہ لیٹنا اور سونا بھی منع اور گناہ ہے۔

(جاری ہے......)

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ ابو جویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت یوسف علیہ السلام (قسط۳۰)

برادرانِ حضرت یوسف کا اپنے والد سے بھائی کے متعلق اجازت طلب کرنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ لے کر اپنے والد کے پاس پہنچے، تو مصر کے حالات اور وہاں غلہ کی تقسیم کا تذکرہ کرتے ہوئے والد ماجد سے یہ بھی بتلایا کہ عزیزِ مصر نے آئندہ کے لئے ہمیں غلہ دینے کی یہ شرط لگائی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کو ساتھ لاؤ گے، تو غلہ ملے گا ورنہ نہیں، اس لئے آپ آئندہ جب ہم غلہ لینے کے لئے مصر جائیں، تو ہمارے ساتھ ہمارے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی بھیجئے گا، تاکہ ہمیں حسبِ وعدہ غلہ مل سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کی بھی یقین دہانی کرائی کہ ہم جب اپنے چھوٹے بھائی کو مصر لے کر جائیں گے، تو ہم ان کی پوری حفاظت کریں گے، اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بنیامین کے بارے میں کیا تم پر اعتماد کرنے کا وہی نتیجہ نکلے گا، جس طرح اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف کے بارے میں تم پر اعتماد کا انجام ہوا تھا۔

مطلب یہ ہے کہ اب تمہاری بات کا کیا اعتبار ہے؟ تم پر اطمینان کر کے میں مصیبت اٹھا چکا ہوں، اور تم نے یہی حفاظت والے الفاظ اس وقت بھی بولے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی حفاظت والی بات کا جواب تو دے دیا، لیکن بعد میں اپنے گھرانے کے لئے غلہ کی ضرورت کی وجہ سے پیغمبرانہ توکل کیا، اور اس امر سے اطمینان حاصل کیا کہ کوئی نفع نقصان کسی بندہ کے ہاتھ میں نہیں ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ نہ ہو، جب اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ ہو جائے، تو پھر اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری حفاظت کا نتیجہ تو میں پہلے دیکھ چکا ہوں، اب تو میں اللہ تعالیٰ ہی کی حفاظت پر بھروسہ کرتا ہوں، اور وہ سب

سے زیادہ رحمت والے ہیں، اسی سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ میری ضعیفی اور موجودہ غم پر نظر فرما کر مجھے دوبارہ صدمہ سے دوچار نہیں کریں گے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورة يوسف، رقم الآية ٦٣)

یعنی ''پھر جب لوٹ کر اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) کے پاس پہنچے، تو کہنے لگے اے ہمارے ابا جان! ہمارے لیے غلہ کی بندش کردی گئی، سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے''

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب میں ان سے شکایت کرتے ہوئے اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ　فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (سورة يوسف، رقم الآية ٦٤)

یعنی ''(یعقوب) نے کہا کہ میں اس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا، مگر ویسا ہی جیسا اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا، سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے، اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے''

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی، اور سفر کے حالات واقعات اور عزیزِ مصر کی باتیں نقل ہو رہی تھی، اور سفر کا سامان نہیں کھلا تھا، اس کے بعد جب انہوں نے سامان کھولا، تو اس میں دیکھا کہ وہ پونجی جو وہ غلہ کی قیمت میں ادا کر کے آئے تھے، وہ بھی سامان کے اندر موجود تھی، تو اس بات کو انہوں نے محسوس کیا یہ کام غلطی سے نہیں ہوا، بلکہ جان بوجھ کر ہماری پونجی ہمیں واپس کردی گئی ہے، اسی لئے انہوں نے اپنے والد کے سامنے ''ردت الینا'' یعنی یہ پونجی ہمیں واپس کردی گئی ہے کے الفاظ استعمال کئے۔

اور والد ماجد سے عرض کیا کہ ہمیں اور کیا چاہئے کہ غلہ بھی آ گیا، اور اس کی قیمت بھی واپس مل گئی، اب تو ہمیں ضرور دوبارہ اپنے بھائی کو ساتھ لے کر اطمینان کے ساتھ جانا چاہئے، کیونکہ اس معاملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیزِ مصر ہم پر بہت مہربان ہیں، اس لئے ہمیں کوئی ڈر اور خوف نہیں۔

ہم اطمینان اور سکون کے ساتھ مصر جائیں گے، اور اپنے خاندان کے لئے غلہ لائیں گے، اور اپنے بھائی کو بھی حفاظت سے رکھیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ بھائی کے حصہ کا مزید غلہ بھی ہم کو مل جائے گا، کیونکہ ہم جو کچھ غلہ ابھی لائے ہیں، یہ ہمارے اخراجات کے مقابلہ میں تھوڑا ہے، اور یہ چند روز میں ختم ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِىْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (سورة يوسف، رقم الآية ۶۵)

یعنی ”اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی ان کو واپس کر دی گئی ہے، کہنے لگے اے ہمارے والد! ہمیں (اور) کیا چاہئے؟ (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے، اب ہم اپنے اہل وعیال کے لئے پھر غلّہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لائیں گے، یہ غلّہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے“ [۱]

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ ساری باتیں سن کر جواب دیا کہ میں بنیامین کو تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ بھیجوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ کی قسم اور یہ عہد و پیمان مجھے نہ دے دو کہ تم اس کو ضرور اپنے ساتھ واپس لاؤ گے، لیکن اس کے ساتھ ایک صورت مستثنیٰ بھی کر دی کہ سوائے اس کے کہ تم سب گھیرے میں آ جاؤ، اور تم سب پر کوئی مصیبت و آفت آ جائے، وہ صورت اس قسم میں داخل نہیں ہے۔

﴿بقیہ صفحہ ۹۳ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

---

[۱] ولما فتحوا ای اخوة يوسف متاعهم الذى حملوه من مصر وجدوا بضاعتهم ای ثمن طعامهم ردت إليهم قالوا يا أبانا ما نبغي ای هل من مزيد على ذلک أكرمنا واحسن مثوانا وباع منا ورد علينا متاعنا -او لا نطلب وراء ذلک إحسانا -او ای شیء نطلب بالكلام فی إحسانه او لا نبغی فی القول ولا نزيد فيما حكينا لک فان من الدليل على صدقنا ما ترى فی العيان او ما نطلب منک بضاعة هذه بضاعتنا ردت إلينا استيناف موضح لقوله ما نبغي ونمير أهلنا معطوف على محذوف ان كانت ما استفهامية -ای ردت إلينا فنستظهر بها ونرجع الى الملک ونمير أهلنا -ای نشترى لهم الطعام فنحمله إليهم -يقال ما راهله يمير ميرا إذا حمل إليهم الطعام من بلد اخر ومثله امتار يمتار امتيارا -ويحتمل ان يكون هذه الجملة مع ما عطف عليه معطوفة على ما نبغي- ان كانت ما نافية ای لا نطلب فيما نقول ونمير أهلنا ونحفظ أخانا عن المخاوف فی الذهاب والمجیء ونزداد كيل بعير ای نزيد حمل بعير على احمالنا يكال لنا من اجله فانه كان يعطى بعدة كل رجل حمل بعير ذلک ای ما حملناه كيل يسير قليل لا يكفينا وأهلنا او سهل على الملک لسخائه(التفسير المظهرى، ج۵ ص۱۷۸، سورة يوسف)

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

بیماری سے گناہ معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں

مومن کو جو بیماری لاحق ہوتی ہے، اُس پر صبر کرنے کے نتیجے میں اُس کے گناہ معاف اور درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ، وَلَیْسَ ذَاکَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ، وَإِنْ أَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ (مسلم، رقم الحدیث ۶۴، ۲۹۹۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے لیے (اللہ کا فیصلہ اور) معاملہ عجیب (وخوش کن) ہے، اس کے تمام کاموں میں خیر ہے، اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے کہ اگر مومن کو کوئی خوشی کی بات حاصل ہو، تو وہ شکر کرے، تو اس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے، اور گر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرے، تو اس کے لیے خیر ہوتی ہے (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَہٗ خَیْرٌ حَمِدَ رَبَّہٗ وَشَکَرَ، وَإِنْ أَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ حَمِدَ رَبَّہٗ وَصَبَرَ، اَلْمُؤْمِنُ یُؤْجَرُ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُہَا إِلٰی فِیِّ امْرَأَتِہٖ (مسند أحمد، حدیث نمبر ۱۴۸۷، وحدیث نمبر ۱۴۹۲)

ترجمہ: مجھے مؤمن کے ساتھ اللہ عزوجل کے فیصلے سے خوشی ہوئی کہ اگر مؤمن کو کوئی خیر (وبھلائی، صحت وغیرہ کی نعمت) حاصل ہوتی ہے، تو اپنے رب کی تعریف اور شکر کرتا ہے، اور اگر اُس کو کوئی مصیبت (وتکلیف اور بیماری وغیرہ) پہنچتی ہے تو اپنے رب کی تعریف اور صبر کرتا ہے (اس طرح) مؤمن کو ہر چیز میں اَجر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اُس لقمے میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ کی طرف اُٹھاتا ہے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مُصِیْبَۃٍ تُصِیْبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا کَفَّرَ

اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا (بخاری،رقم الحدیث ۵۶۴۰، کتاب المرضی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے، یہاں تک کہ کانٹا ہی کیوں نہ چُبھے، اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے سے اُس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں (بخاری)

اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ، مِنْ نَصَبٍ وَلاَ وَصَبٍ، وَلاَ هَمٍّ وَلاَ حُزْنٍ وَلاَ أَذًى وَلاَ غَمٍّ، حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ (بخاری،رقم الحدیث ۵۶۴۱)

ترجمہ: مسلمان کو کوئی دُکھ، بیماری اور تکلیف اور فکر، اور رنج وغم اور کسی بھی قسم کی تکلیف جو پہنچتی ہے، یہاں تک کہ جو کانٹا اُس کو چُبھے، اللہ تعالیٰ اُس کے ذریعے سے اُس کی خطاو گناہ کو معاف فرمادیتے ہیں (بخاری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ فِي جَسَدِهِ يُؤْذِيهِ، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ (مسنداحمد،رقم الحدیث ۱۶۸۹۹)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ مومن کے جسم میں جو بھی تکلیف دہ چیز (بیماری وغیرہ) پہنچتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں (مسند احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَمْرَضُ مُؤْمِنٌ وَلَا مُؤْمِنَةٌ، وَلَا مُسْلِمٌ وَلَا مُسْلِمَةٌ، إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ خَطِيئَتَهُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۴۷۲۵)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن مرد یا مومن عورت اور کوئی مسلم مرد اور مسلم عورت بھی جب بیمار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کی خطا وگناہ کو معاف فرمادیتے ہیں (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً، فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ (مسلم،رقم الحدیث ۲۵۷۲ "۴۶")

Idara Ghufran

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی کانٹا چبھ جاتا ہے، یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف (دکھ درد و بیماری) پہنچتی ہے، تو اس کے لئے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے، اور اس کا ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے (مسلم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ایک گناہ معاف ہونے اور ایک نیکی لکھے جانے اور ایک درجہ بلند ہو جانے کا ذکر ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یَزَالُ الْبَـلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ أَوِ الْمُؤْمِنَۃِ، فِیْ جَسَدِہٖ، وَفِیْ مَالِہٖ، وَفِیْ وَلَدِہٖ، حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ وَمَا عَلَیْہِ مِنْ خَطِیْئَۃٍ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۸۵۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن مرد یا مومن عورت اپنی جان مال اور اولاد کی آزمائش میں مبتلا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ سے مل جاتا ہے (یعنی وفات پا جاتا ہے) اس حال میں کہ اس پر کوئی خطا نہیں ہوتی (سب معاف ہو جاتی ہیں) (مسند احمد)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا سَبَقَتْ لِلْعَبْدِ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ لَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ، اِبْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ جَسَدِہٖ أَوْ فِیْ مَالِہٖ أَوْ فِیْ وَلَدِہٖ، ثُمَّ صَبَّرَہٗ حَتّٰی یُبْلِغَہُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَہٗ مِنْہُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۳۳۸، ابو داود، رقم الحدیث ۳۰۹۰)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کا کوئی مقام آگے نکل جاتا ہے، جس پر وہ اپنے عمل کے ذریعے سے نہیں پہنچ پاتا، تو اللہ اس کے جسم یا اس کے مال یا اس کی اولاد کے بارے میں اس کو آزمائش میں ڈال دیتے ہیں، پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے، یہاں تک کہ (اللہ تعالیٰ) اس کو اس درجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ جو اس سے آگے بڑھ گیا تھا (مسند احمد، ابو داؤد)

معلوم ہوا کہ مؤمن کو جو بیماری پر اجر و ثواب ملتا ہے، اور اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، تو وہ اس وقت

---

[1] سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَا ضَرَبَ عَلٰی مُؤْمِنٍ عِرْقٌ قَطُّ إِلَّا حَطَّ اللّٰہُ عَنْہُ بِہٖ خَطِیْئَۃً، وَکَتَبَ لَہٗ حَسَنَۃً، وَرَفَعَ لَہٗ دَرَجَۃً (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۲۴۶۰)

قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط وإسنادہ حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۳۸۱۶، باب جزیل ثواب المرض)

ہے، جبکہ وہ اس پر صبر کرے۔

گناہ گاروں کو گناہ پر تکلیف ومصیبت کا پہنچنا تو ظاہر ہے، اور جو لوگ گناہ گار نہیں، جیسا کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام تو اوّلاً تو اللہ تعالیٰ اُن کو اس طرح کی ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتے ہیں۔

اور اگر اُن کو کوئی ظاہری تکلیف (مثلاً بیماری) پہنچتی ہے، تو اُس پر اُن کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

نیز گناہ گاروں اور نیکوکاروں کی تکالیف میں یہ فرق بھی ہوتا ہے کہ نیکوکاروں اور خاص کر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو کوئی ظاہری تکالیف تو پہنچتی ہیں، مگر اُن کو دلی وقلبی طور پر اُن سے پریشانی وبے چینی نہیں ہوتی، بلکہ لذّت وراحت حاصل ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے ان حضرات کی طرف سے ایسے موقع پر شکوہ وشکایت کا ظہور نہیں ہوتا، بلکہ ایسے وقت ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور تعلق بڑھ جاتا ہے، اور اعمالِ صالحہ میں ترقی ہوجاتی ہے۔ پس انبیائے کرام کی تکلیف ظاہری اور صوری ہوتی ہے، حقیقی نہیں ہوتی۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۸۹ ''حضرت یوسف علیہ السلام''﴾

چنانچہ جب صاحبزادوں نے مذکورہ طریقہ پر عہد وپیمان کر دیا، اور اپنے والد کو اطمینان دلانے کی ہر ممکن کوشش کی، تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بنیامین کی حفاظت کے لئے حلف دینے اور حلف اٹھانے کا جو کام ہم کر رہے ہیں، ان سب کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں، اور اس کی توفیق سے ہی کوئی کسی کی حفاظت کرسکتا ہے، اور اپنے عہد کو پورا کرسکتا ہے، ورنہ انسان اپنی ذات میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے بے بس ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ (سورة يوسف، رقم الآية ٦٦)

یعنی ''حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے ہر گز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ مجھے اللہ کا عہد دو کہ البتہ اسے میرے پاس ضرور واپس لے آؤ، مگر یہ کہ تم سب گھر جاؤ، پھر جب سب نے ان کو عہد دیا، تو فرمایا کہ ہماری باتوں پر اللہ گواہ ہیں''

خلاصہ یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ظاہری حالات وقرائن اور اپنی اولاد کے عہد وپیمان پر بھروسہ نہیں کیا، مگر اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر چھوٹے بیٹے کو بھی ساتھ بھیجنے کے لئے تیار ہوگئے۔ (جاری ہے)

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......جمعہ ۸/ ۱۵/ ۲۲/ ۱۹/ محرم اور ۷/ صفر کو متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول جمعہ کے وعظ ومسائل کے سلسلے ہوئے

□......۱۰/ ۱۷/ ۲۴/ محرم اور ۲/ صفر اتوار (دن دس تا بارہ بجے) حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہ کی ہفتہ وار اصلاحی مجلس منعقد ہوتی رہی۔

□......۱۰، ۱۷، ۲۴/ محرم اور ۲/ صفر اتوار بعد ظہر قرآنی شعبوں کے طلبہ وطالبات کے لئے بزمِ ادب اور بعد عصر شعبہ حفظ کے لئے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی رہی (۱۰/ محرم کو بعد ظہر کی بزم نہیں ہوئی)

□......۱۹/ محرم منگل شعبہ ناظرہ للبنات کی بعد ظہر کی جماعتوں کی درس گاہ تعمیرِ پاکستان سکول والی عمارت کی چوتھی منزل میں منتقل کر دی گئی۔

□......۲۵/ محرم پیر، راولپنڈی مرکز کے امیر حضرت قاضی عبد المجید صاحب بمعیت حضرت مولانا الیاس کوہاٹی صاحب اور چند دیگر احباب کے ساتھ دار الافتاء میں تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب کے ساتھ نشست ہوئی۔

□......یکم صفر/ ہفتہ مولانا طارق محمود صاحب کے یہاں بچی کی ولادت ہوئی، ''اُمامہ'' نام تجویز ہوا، اللہ تعالیٰ والدین کے لئے ''قرۃ العین'' بنائے، صحت وعافیت کے ساتھ زندگی دے۔

□......۲/ صفر اتوار قرآنی شعبہ جات بنین وبنات کے سہ ماہی امتحانات ہوئے۔

□......۳ تا ۵/ صفر دراسات دینیہ اور تخصص فی الفقہ کی جماعتوں کے سہ ماہی امتحانات منعقد ہوئے۔

□......۵/ صفر بدھ شعبہ حفظ کا امتحان ہوا۔

□......۶/ صفر بروز جمعرات تعلیمی شعبہ جات میں تعطیل رہی۔

□......۷/ صفر جمعہ شام کو یادگارِ اسلاف، حضرت مولانا عبد الستار تونسوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ بحالت علالت ملتان کے نشتر ہسپتال میں رحلت فرما گئے، ادارہ سے مولانا محمد مبین صاحب (رفیق دار الافتاء والتدریس، جو حضرت تونسوی کے اعزہ میں سے ہیں) جنازہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔

''موت العالم موت العالَم'' کے مصداق ایسے جبال العلم اور اساطین ملت کا دنیا سے اُٹھنا ایک اجتماعی اور ملی سانحہ اور صدمہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فیوضات وبرکات جاری رکھے۔

□......بندہ راقم الحروف کے والد صاحب جو کافی عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں، ماہِ محرم سے ان کی علالت کافی بڑھ گئی ہے، قارئین سے دعواتِ صالحہ میں یاد رکھنے کی درخواست ہے۔

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

21/نومبر/2012ء، بمطابق ۶/محرم الحرام/1434ھ: پاکستان: بلوچستان 77 ہڑتالی ڈاکٹروں کو جیل بھیج دیا گیا، کلینک سیل 22/نومبر: بھارت نے اجمل قصاب کو پھانسی دے کر جیل میں ہی دفنا دیا 23/نومبر: پاکستان: عاشورہ محرم، پنجاب میں ڈبل سواری پر پابندی، فوج طلب، 15 مبینہ دہشت گرد گرفتار، سندھ، بلوچستان میں عام تعطیل کا اعلان 24/نومبر: پاکستان: 49 شہروں میں آج اور کل موبائل وائرلیس فون بند، ڈبل سواری پر بھی پابندی 25/نومبر: پاکستان: غیر ملکی ہیکرز نے گوگل پاکستان سمیت ملک کی 285 ویب سائٹس ہیک کر لیں 26/نومبر: (تعطیلِ اخبارات) 27/نومبر: پاکستان: مانگا منڈی، ویگن میں گیس لیکیج سے آتشزدگی، 7 مسافر زندہ جل گئے 28/نومبر: 8 سال بعد فلسطینی رہنما یاسر عرفات کی قبر کشائی، باقیات کے نمونے لئے گئے 29/نومبر: پاکستان: وفاقی کابینہ: قومی انسداد دہشت گردی اتھارٹی کا مسودہ قانون، انتخابی قوانین ترمیمی بل منظور 30/نومبر: پاکستان: وزیر اعظم نے کوریئر سروس کے ذریعہ موبائل سم بیچنے کی پالیسی مسترد کر دی، ایک نیٹ ورک سے دوسرے پر منتقلی کی پابندی بھی ختم یکم/دسمبر: پاکستان: وادی نیلم، برفانی تودہ تلے دب کر 3 فوجی جاں بحق، 18 افراد لاپتہ 02/دسمبر: پاکستان: اوگرا نے گیس 9.87 فیصد مہنگی کرنے کی منظوری دے دی 03/دسمبر: خانہ کعبہ کی توسیع تین سال میں مکمل ہوگی، ایک گھنٹہ میں ایک لاکھ پچاس ہزار افراد طواف کر سکیں گے، منصوبے سے حج، عمرہ متاثر نہیں ہوگا، عبدالرحمٰن السدیس 04/دسمبر: پاکستان: کراچی میں ٹارگٹ کلنگ، مدرسہ احسن العلوم کے استاذ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سمیت 10 جاں بحق 05/دسمبر: پاکستان: ضمنی الیکشن، ن لیگ نے چھ حلقوں میں میدان مار لیا، پی پی، ق لیگ کو ایک ایک سیٹ ملی 06/دسمبر: پاکستان: کراچی میں فوج کی مدد سے گھر گھر ووٹوں کی تصدیق کا حکم 07/دسمبر: پاکستان: ریکارڈ چھپانے والے گیس سٹیشنز کے لائسنس منسوخ کئے جائیں، سی این جی کی قیمتیں 17 دسمبر تک برقرار رکھنے کا حکم، سپریم کورٹ 08/دسمبر: پاکستان: ملٹری کورٹ سے جی ایچ کیو حملہ کیس کے سزا یافتہ ملزمان کی اپیلیں خارج 09/دسمبر: پاکستان: اوگرا نے ملک بھر میں ایل پی جی کی قیمت 125.16 روپے فی کلو مقرر کر دی 10/دسمبر: پاکستان: ٹیکس وصولی پاکستان سب سے پیچھے نکلا، پاکستان میں صرف 9.1 فیصد وصولیاں، ترکی میں 21، بھارت میں 16 فیصد، اکانومسٹ۔

﴿بقیہ صفحہ ۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں﴾